بھٹو ایک فلاسفر

نسیم اقبال ناصر

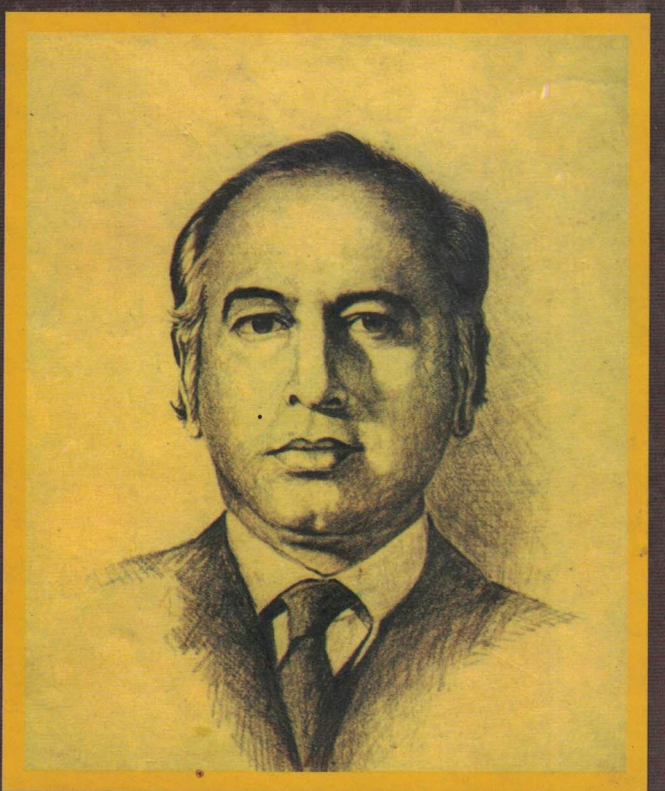

www.bhutto.org

بھٹو ایک فلاسفر

نسیم اقبال ناصر

فکشن ہاؤس
18- مزنگ روڈ، لاہور

www.bhutto.org

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	بھٹو ایک فلاسفر
مصنفہ	نسیم اقبال ناصر
اہتمام	ظہور احمد خاں/ رانا عبدالرحمٰن
معاون	ایم سرور
پبلشرز	فکشن ہاؤس
	18- مزنگ روڈ، لاہور
	فون: 7249218-7237430
کمپوزنگ	فکشن کمپوزنگ سنٹر، لاہور
پرنٹرز	زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور
سرورق	ریاظ
اشاعت	2003ء
صفحات	120
قیمت	90/- روپے

www.bhutto.org

جسم کی موت کوئی موت نہیں ہوتی ہے
چند سانسیں ہیں جو چلتی ہیں تو ہم جیتے ہیں
جسم کا کیا ہے بڑھاپے میں بدل جاتا ہے
اور اگر حد سے یہ بڑھ جائے تو مر جاتا ہے
جسم مرنے سے کہیں مشن بھی مر جاتا ہے!

نسیم اقبال ناصر

www.bhutto.org

جناب ذوالفقار علی بھٹو اپنے بچوں کے ساتھ

www.bhutto.org

فہرست

1-	تعارف	9
2-	پیش لفظ	11
3-	ابتدائیہ	13
4-	مختصر حالات زندگی	17
5-	بھٹو بحیثیت فلاسفر	23
6-	بھٹو ازم	31
7-	اسلام ہمارا دین	35
8-	اسلامی سوشلزم ہماری معیشت	39
9-	جمہوریت ہماری سیاست	43
10-	طاقت کا سرچشمہ عوام	47
11-	روٹی، کپڑا اور مکان	49
12-	فکر اور عمل	53
13-	جدت فکر	55
14-	نظریہ حکومت	59
15-	سیاسی نظریات	63
16-	آزاد عدلیہ	67
17-	تعلیم کے بارے میں نظریات	69

www.bhutto.org

18- دنیائے اسلام سے محبت	75
19- مزدور اور کسان	79
20- ملکی دفاع	88
21- مقام و حقوق خواتین	91
22- بھٹو اور حب الوطنی	93
23- تیسری دنیا کا نعرہ	97
24- آئین اور بھٹو	100
25- بھٹو کے بارے میں رائے	104
26- بھٹو کے حوالے سے چند اہم خطوط	111
27- دوسرا رخ	118
28- فلسفہ زندگی و موت	123
29- بھٹو پر لکھی جانے والی چند مشہور کتابیں	127

www.bhutto.org

تعارف

محترمہ نسیم اقبال ناصر کا تعلق میوات کے ایک باعزت زمیندار گھرانے سے ہے جو تقسیم ہند کے وقت ضلع گڑگانوہ سے پاکستان آئے۔ اس آزادی کی جدوجہد میں ان کے دو بڑے بھائیوں کی قربانی بھی شامل ہے۔ ان کے والد حاجی محمد اقبال کٹاریہ علیگڑھ کے گریجوایٹ تھے اور قائداعظم مسلم لیگ کے ایک متحرک رکن۔ ان کی شرافت' سادگی اور نیکی نیتی کا ایک زمانہ معترف ہے۔ محترمہ نسیم صاحبہ کی والدہ کا تعلق بیسرو کے اس معروف خاندان سے ہے جس میں جج صاحبان' قانون دان' CSP - CSS افسران' انجینئر' شعبہ تعلیم کے عہدیداران' افواج پاکستان اور پولیس افسران اور سیاستدانوں کی ایک طویل فہرست ہے۔

محترمہ نسیم صاحبہ کے گھر کا ہر فرد زیور تعلیم سے آراستہ ہے وہ خود بھی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ روشن دماغ خاتون ہیں جنہوں نے پاکستان پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے انگلش کیا اور سکالرشپ پر امریکہ (کارنیگی میلن یونیورسٹی یٹس برگ) سے ایم۔ بی۔ ای کیا۔ انہوں نے تقریباً عرصہ پانچ سال لیور برادرز میں بطور منیجر ملازمت کی اور چار سال تک پاکستان کے نامور سکول بیکن ہاؤس شعبہ انگریزی میں معلمہ رہیں۔ ازدواجی زندگی کی اونچ نیچ نے ان کی ذہانت کو اور جلابخشی اور حالات کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی بجائے انہوں نے ان تمام مخالف ہواؤں کا شکریہ ادا یا جنہوں نے انہیں پرواز میں مدد دی۔ نامساعد حالات کے باوجود انہوں نے شیکسپیئر کے ڈرامے The Winter's Tale کا اردو ترجمہ "سولہ سال بعد" کے نام سے نہ صرف پبلش کروایا بلکہ انہیں اس ڈرامے کو الحمرا آرٹ کونسل لاہور اور ملتان کی جانب سے سٹیج پر پرفارم کرنے کی اجازت بھی مل گئی۔ محترمہ نسیم اقبال کی اس کوشش کو لندن شیکسپیئر سوسائٹی کی جانب سے بھی سراہا گیا مگر محترمہ نسیم صاحبہ کا اصل مشن اپنے تمامتر خیالات و تجربات کو کتابی صورت میں جلد از جلد مکمل کرنا ہے کیونکہ وہ کہتی ہیں کہ "میرے پاس وقت کم ہے اور کام زیادہ" وہ ایک بے حد حساس طبع خوش مزاج' وسیع النظر اور اعلیٰ ذہن رکھنے والی خاتون

www.bhutto.org

ہیں۔ جن کی نظر سے کوئی بھی شے اپنا تاثر چھوڑے بغیر نہیں گزرتی۔

ان کے تجربات و مشاہدات میں پاکستان کے گلیشیرز سے میدانوں صحراؤں' جنگلوں' چولستان اور سمندروں تک کا سفر ہی شامل نہیں بلکہ اپنے ملک سے حد درجہ محبت اور اس کے شہری اور دیہاتی علاقوں کے ریت و رواج اور مزاج بھی شامل ہیں۔ محترمہ کی وسیع النظری کا سبب دنیا کے ان تمام ممالک کا سفر اور ان کے بودوباس کے بارے میں تاثرات ہیں جن میں ہندوستان' امریکہ' برطانیہ' فرانس' جرمنی' اٹلی' یونان' بوسنیا' کروشیا' میکدونیا' ترکی اور دبئی بحرین شامل ہیں۔

اگرچہ اپنی کتابوں کی اشاعت کی طرف مکمل توجہ وہ اب دے پائیں یا یوں کہیے کہ یہ فرصت انہیں اب ملی مگر ان کے سوچنے اور لکھنے کا عمل گذشتہ تیس سال سے جاری و ساری ہے۔

چونکہ محترمہ نسیم صاحبہ کی زندگی مختلف النوع قسم کے تجربات پر مشتمل ہے اسی لیے ان کی تحریروں میں بھی کسی ایک موضوع کو نہیں اپنایا گیا۔ ڈرامہ' شاعری' سیاست' سفرنامے اور زندگی کے ہر پہلو پر ان کا ایک خاص نقطہ نظر اور گہرا اور عمیق جائزہ ہے۔

ان کی زیر طباعت کتب میں اگرچہ ہر کتاب اپنے موضوع اور مواد کے اعتبار سے مختلف مکمل اور جامع کتاب ہے مگر ایک خاص مشن جسے وہ "صدقہ جاریہ" کا نام دیتی ہیں ان کی اس کتاب کا نام "قرآن بحوالہ عنوان ہے" جس پر وہ 1994ء سے لے کر اب تک محنت کر رہی ہیں۔ اس کتاب کو وہ دنیائے انسانیت کے لیے ایک تحفہ سمجھ کر لکھ رہی ہیں تاکہ جب بھی کبھی کسی کو زندگی کے کسی بھی پہلو پر قرآن مجید سے حوالے کی ضرورت پیش آئے تو اسے یہ ڈھونڈنے اور جاننے میں آسانی رہے کہ اس خاص موضوع پر قرآن مجید کے کس کس پارے کی کون کون سی آیت میں کیا کہا گیا ہے۔

ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ محترمہ نسیم اقبال ناصر کو ذہنی اور جسمانی طور پر صحت مند رکھے اور انہیں ہمت اور توفیق دے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام مشن مکمل کر سکیں۔

www.bhutto.org

پیش لفظ

جناب ذوالفقار علی بھٹو سے زندگی میں دو بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اگرچہ چند لمحوں کے لیے مگر وہ یادیں آج بھی تازہ ہیں۔ پہلی مرتبہ میں نے بھٹو کو ٹرین کے سفر کے دوران دیکھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب بھٹو صاحب کو ایوب کابینہ سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ اتفاق سے ہمارے سکول کا ٹرپ بھی اسی ٹرین سے کراچی جا رہا تھا۔ میں نے ہر ریلوے سٹیشن پر بھٹو صاحب کے استقبال کے لیے آنے والوں کے جو پرجوش جذباتی مناظر دیکھے وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتے۔ وہ اتنے ہجوم میں بھی سب سے منفرد اور Prominent نظر آتے تھے۔ ہم بھی تمام طالبات شدت جذبات سے بے قابو ہو رہی تھیں مگر ہمیں ٹرین سے نیچے اترنے کی اجازت نہ تھی بالاخر ہم نے یہ ترکیب سوچی کہ ایک رقعے پر لکھ کر پیغام سٹیشن پر کھڑے بھٹو صاحب کے ایک ساتھی کو پہنچا دیا۔ اگلے سٹیشن پر جب ٹرین رکی تو بھٹو صاحب خود ہی چلتے ہوئے ہمارے ڈبے کے سامنے آ کر رک گئے ان کی شخصیت میں جو وقار جو ٹھہراؤ جو خوبصورتی تھی وہ کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ میں نے ان سے صرف اتنا کہا کہ سر مجھے اپنی ایک تصویر دے دیں اور کاغذ پر لکھا ہوا پتہ انہیں دے دیا۔ میری حیرانی کی انتہا نہ رہی جب بھٹو صاحب کے ہاتھ سے دستخط شدہ تصویر چند روز کے بعد میرے گھر کے پتے پر پہنچ گئی۔ یہ معمولی سا واقعہ ان کی حساس طبیعت کا آئینہ دار ہے اور میری زندگی کا ایسا سرمایہ جسے میں نے آج بھی اپنی البم کے پہلے صفحے پر سجا رکھا ہے اور اس کے نیچے یہ مصرع لکھا ہے۔ ؎

جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ

میں نے انہیں دوسری مرتبہ فیصل آباد کے مشہور تاریخی جلسے میں دیکھا جہاں وہ دھوبی گھاٹ گراؤنڈ میں عوام سے خطاب کر رہے تھے اور لاکھوں کا ہجوم ان کے ایک ایک فقرے پر پرجوش نعرے لگا کر داد دے رہا تھا۔ ہم چند طالبات اگرچہ ایک طرف خاموشی سے کھڑی تھیں مگر نجانے کس طرح ہم نے اپنے آپ پر قابو پایا ہوا تھا کہ ہم بلند آواز سے نعرہ نہ لگائیں کیونکہ یہ مناسب محسوس نہ ہوتا تھا۔ جب تقریر ختم ہوئی تو ایسے لگتا تھا کہ جلسہ گاہ

www.bhutto.org

سے باہر آنے والے ہر فرد کے دل میں بھٹو کے لیے محبت کی شمع روشن ہو چکی ہے۔ مزدوروں' کسانوں' غریبوں کے چہروں پر جو روشنی میں نے اس روز دیکھی آج بھی جب کوئی بھٹو کا نام عقیدت و احترام سے لیتا ہے تو ان کی آنکھوں سے چمکتی روشنی انہی سچے جذبات کی عکاسی کرتی نظر آتی ہے۔

اس کے بعد میں نے جب بھی بھٹو صاحب کو سنا یا ان کے بارے میں پڑھا ہمیشہ مجھے یہ احساس رہا کہ بھٹو صرف ایک سیاسی لیڈر نہیں ایک فلاسفر ہے۔ ایسا فلاسفر جو افلاطون یا ارسطو کی طرح حاکم بننے اور حکومت کرنے کے زریں اصول نہیں بتاتا بلکہ مظلوم اور ستم زدہ طبقے کو گھٹن سے نکال کر تازہ ہوا میں لانا چاہتا ہے فلاسفر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک ماہر نفسیات بھی ہے جو دلوں میں دھڑکنے کا ہنر بھی جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس دور کو اس جیسے براہیم کی ضرورت ہے۔

اب تک بھٹو کی زندگی اور موت کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے ملکی اور غیر ملکی بھی مصنفوں نے ان کے حالات زندگی' سیاسیات اور پراسرار موت کے بارے میں زور قلم آزمایا ہے لیکن مجھے حیرت ہے کہ بھٹو کے بارے میں اس اہم پہلو کو اجاگر نہیں کیا گیا کہ بھٹو ایک فلاسفر تھا' جس کے فلسفے اور نظریے کو تاریخ میں محفوظ ہونا چاہیے۔

میں نے امریکہ میں کچھ عرصہ تعلیم کے سلسلے میں گزارا اور واپسی پر دنیا کے تقریباً سات بڑے بڑے ملکوں کی سیر بھی کی جن میں برطانیہ۔ کینیڈا۔ فرانس۔ جرمنی اور سعودی عرب وغیرہ شامل ہیں۔ ہندوستان جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ اس سیر و سفر میں وہاں کے لوکل افراد سے بھی ملاقات رہی اور اپنی پاکستانی کمیونٹی سے بھی کلوز کونٹیکٹ (Close Contact) رہا مگر ایک حیران کن بات یہ تھی کہ جب ہم کسی غیر ملکی کو بتاتے تھے کہ ہم پاکستانی ہیں تو وہ سب سے پہلے ہماری پہچان اسی طرح کرتے تھے "بھٹو والا پاکستان" آپ خود سوچئے کہ جس شخص نے دنیا میں ہمارے ملک کو ہماری انفرادیت کو روشناس کروایا وہ ایک عظیم فلاسفر ہی تو تھا۔

بھٹو اگرچہ ہشت پہلو اور پیچیدہ شخصیت کے مالک تھے مگر میں ان کے فلسفیانہ پہلو پر روشنی ڈالنا چاہتی ہوں کیونکہ ان کی شخصیت کا یہ رخ اہم بھی ہے۔ ایک اٹل حقیقت بھی اور تاریخ کا حصہ بھی۔

www.bhutto.org

ابتدائیہ

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

حضرت امام حسینؓ اور یزید رہتی دنیا تک سچ اور جھوٹ کی ایک ایسی علامت بن گئے ہیں جس کے ایک طرف ظلم و جبر کی انتہا ہے اور دوسری جانب سچ کی خاطر موت کو گلے لگانے کا اسلوب جس شخص نے بھی حسینیت کے راستے پر چلتے ہوئے وقت کے یزید کو للکارا' چاہے وہ تختہ دار پر لٹکا' اس نے زہر کا پیالہ پیا' کال کوٹھڑیوں میں گم ہو گیا یا گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا وہ امر ہو گیا۔ تاریخ نے اپنا فیصلہ کبھی ظالم کے حق میں نہیں دیا۔ اسی نے ابدی زندگی پائی جس نے سچ کو سچ کہنے کی جرات کی' جس نے ظالم کے خلاف کلمہ حق بلند کیا' جس نے معاشرے کے مظلوم عوام کو ظالم کے چنگل سے آزاد کرانے کا بیڑہ اٹھایا۔ جو اپنے نظریے پر اس لیے قائم رہا کہ وہ حق پر تھا۔ دراصل جیت انہی نظریات کی ہوتی ہے جنہیں وقت اپنی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد سچ ثابت کرتا ہے۔ نظریات ہی انسان کو جسد خاکی سے اٹھا کر معراج کی حدوں تک لے جاتے ہیں۔

فلاسفر یا مفکر درحقیقت وہی لوگ کہلانے کے حقدار ہوتے ہیں جن کی سوچ اپنی ذاتیات سے نکل کر کل انسانیت کی بھلائی کے لیے ہوتی ہے جس کا ہر قول و فعل انسانی عمل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جو زندگی کے ہر پہلو پر ایک خاص نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ جن کا تجربہ' مشاہدہ اور کردار و عمل کا نچوڑ ان کے پراثر الفاظ میں ملتا ہے اور ان کی کہی ہوئی باتیں دل سے دل تک اتر جاتی ہیں۔ ان کے دماغ کی اڑانیں ایک عام آدمی کے

www.bhutto.org

دماغ میں روشنی کے چراغ جلا دیتی ہیں اسے زندہ انسانوں کی طرح جینے کا ڈھنگ سکھا دیتی ہیں۔ بھٹو نے بھی اپنے مشاہدے' تجربے اور فکر سے جو کچھ حاصل کیا اور عملی صورت میں پیش کرنے کی جو کوشش کی وہ صدیوں سے گھٹن میں رہنے والے طبقے کے دل و دماغ کے دریچوں میں ایک زور دار تازہ ہوا کا جھونکا بن کر داخل ہو گیا۔ اس نے نہ صرف زندگی کے ہر پہلو مثلاً تعلیم۔ صحت۔ روزگار۔ سوشل لائف۔ حقوق فرائض۔ انصاف مذہب۔ ملک و ملت۔ جمہوریت۔ حکومت۔ معاشیات پر اپنا ایک خاص اور واضح نقطہ نظر پیش کیا بلکہ اپنی موت سے بھی یہ ثابت کیا کہ ایک خاص نظریے اور سچ کی خاطر جان دینا ہی دراصل مقصد حیات ہے۔ اور یہی بات بھٹو کو ایک فلاسفر ثابت کرتی ہے۔

جس دور میں یہ کتاب لکھی جا رہی ہے اس دور میں ابھی بھٹو کے دوست بھی زندہ ہیں اور دشمن بھی۔ اولاد بھی اور سیاست بھی مگر میرے خیال میں مزید کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب یہ سب کچھ نہیں ہو گا تب بھی بھٹو ضرور زندہ رہے گا اور وہ محض اس لیے کہ بھٹو کا فلسفہ' بھٹو کا نظریہ زندہ رہے گا۔ بھٹو بطور فلاسفر تاریخ کا ایک حصہ رہے گا۔ کوئی بھی طاقت بھٹو کے نظریے کو محدود نہیں کر سکتی بھٹو کا نظریہ ان تمام حدود سے بالاتر ہے۔

بھٹو نے اپنے دور اقتدار میں قومی خزانے سے تنخواہ تک لینا گوارہ نہ کیا۔ بھٹو کا اپنی ذات کے بارے میں تجزیہ ان کے اپنے ہی الفاظ میں زیر تحریر ہے

> "میں انسان ہونے کے ناطے خطا کا پتلا ہوں لیکن میں ایک بدعنوان اور کرپٹ انسان نہیں ہوں۔ مجھے اذیت دینے والوں کو وقت ہی بتائے گا کہ میرا نام برصغیر کے مجرموں کے ساتھ لیا جائے گا یا ان ہیروز میں جن کی شہرت دنیا میں پھیلتی ہے۔ میرے نام اور میرے وقار کے محافظ عوام ہیں اور یہ نام تاریخ کے دل میں دھڑکتا رہے گا۔"

www.bhutto.org

ایک اور موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا "میں دل سے بات کرنا چاہتا ہوں تاکہ میری بات آپ کے دلوں تک پہنچے۔ میں آمرانہ طرز عمل نہیں اپنانا چاہتا اور نہ ہی ان کی صف میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میں سچے دل سے عوام کی خدمت کروں اور جب اقتدار سے علیحدہ ہو جاؤں تو اپنے عوام میں باعزت طور پر رہوں تاکہ لوگ میرے بچوں کو بتا سکیں کہ ان کا باپ آمر نہیں تھا بلکہ اس نے عوام کی خدمت کی ہے۔ میں آپ سے کوئی ایسا وعدہ نہیں کروں گا جسے پورا نہ کر سکوں۔"

25 جولائی 1973ء کو ایک جلسے میں بھٹو نے کہا "اگر غریبوں کی بہتری کے لیے ضرورت پڑی تو میں گلی کوچوں میں جھاڑو دینے سے بھی نہیں ہچکچاؤں گا۔"

بھٹو کا فلسفہ یہ تھا کہ اگر انسان اپنی ذات اور مشن کے ساتھ مخلص ہے تو وہ دین اور دنیا دونوں میں سرخرو ہے۔ بھٹو خود بھی ایک قانون دان تھے اور چاہتے تھے کہ ہر کام قانون کے دائرے میں رہ کر کیا جائے اسی لیے انہوں نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ ایک مکمل آئین دینا تھا وہ آئین آج بھی ہمارے لیے راہنما ہے۔ وہ نہ اپنے آپ کو اور نہ کسی اور کو قانون سے بالاتر سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کی جنگ بھی صرف آئینی لڑی۔ نہ کوئی ہنگامہ کروایا' نہ منت سماجت کی۔

آج تک کی تاریخ گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف اس لیے کسی سفاک حکمران کے ظلم کا شکار ہوا ہے کہ وہ سچ پر تھا تو آپ تاریخ کے صفحات کو بغیر کھولے بھی ان چند ناموں کو گن سکتے ہیں جن مظلوموں کے نام اور نظریات مر کر بھی زندہ جاوید ہو گئے۔ بھٹو نے غریب عوام کو بے حسی کی نیند سے جھنجھوڑ کر اٹھا دیا اور ان کے احساسات میں ہلچل مچا دی۔

بھٹو خود اپنی تحریروں اور تقریروں میں بار بار جس نظریے کا ذکر کرتے ہیں وہ یہ تھا کہ ظالم اور مظلوم کے درمیان توازن پیدا کرنا ایک تاریخی غلطی ہے بلکہ اصل تاریخ سازی تو یہ ہے کہ ذہنی اور جسمانی مزدوری کرنے والے عوام کا استحصال کرنے والی

www.bhutto.org

تمام قوتوں کو ختم کر دیا جائے کیونکہ ان کی دولت کا زیادہ حصہ ناجائز ہے۔ یہ پیسہ تخلیق کار ذہنوں اور محنت کشوں کی قوت تخلیق پر قبضہ کر کے جمع کیا گیا ہے۔

بھٹو کے اپنے الفاظ میں "آج کے دور کا سب سے اہم مسئلہ جہالت' افلاس اور غربت کو دور کرنا ہے۔ کسی ملک کے عوام کو خوشحال بنا کر ہی ملک کو ترقی کی راہ پر ڈالا جا سکتا ہے۔" (لاہور میں 27 جنوری کو افواج پاکستان سے خطاب)

بھٹو نے اپنی تقریر 2- جنوری 1971ء میں کہا "وہ دولت جو سرمایہ داروں اور جاگیرداروں نے مکارانہ ذرائع سے اور غریبوں کا استحصال کر کے حاصل کی ہے اس دولت کو قبضہ میں لینے کا حق حکومت کو حاصل ہے تاکہ اس دولت کو عوام الناس کی فلاح و بہبود پر اسلامی اصولوں اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق خرچ کیا جا سکے یہ میرا بنیادی نظریہ ہے۔"

www.bhutto.org

مختصر حالات زندگی

ذوالفقار علی بھٹو 5- جنوری 1928ء کو پیدا ہوئے- 5 جنوری کا دن آج تمام دنیا میں یوم حق خود ارادیت کے طور پر منایا جاتا ہے اور جناب بھٹو اسی مشن کا عزم لیے ہوئے تھے-

ذوالفقار علی بھٹو کے والد سر شاہنواز بھٹو نے 1924ء میں ایک نوجوان خوبصورت ہندو خاتون لکھی بائی کو مشرف بہ اسلام کر کے ان سے شادی کر لی تھی اور ان کا اسلامی نام خورشید بیگم رکھا تھا- انہی کے بطن سے 1928ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے جنم لیا- پیار میں انہی زلفی یا لوپا کے نام سے پکارتے تھے-

زلفی بھٹو کی والدہ خورشید بیگم نے ابتدائی نو سال تک ان کی تمام تر تربیت کا ذمہ اپنے سر لیے رکھا- ان کے والد جناب شاہنواز بھٹو اپنی ذاتی اور سیاسی مصروفیات کی بنا پر اپنی بیوی اور بیٹے پر بہت کم توجہ دے پائے اس لیے ان نو سالوں میں بھٹو کی محبت کا تمام تر مرکز اپنی والدہ ہی رہیں- اردگرد کے ماحول میں غربت اور افلاس نے بھٹو کو انتہائی بے چین کر دیا- وہ ایک حساس طبع بچہ تھا- اس ماحول میں اسے عدم تحفظ کا احساس ہمیشہ ستائے رکھتا تھا اور اسی دور میں جب انہوں نے اپنے اردگرد غربت و افلاس دیکھی تو ان کے ذہن میں ان غریب ہاریوں کے لیے سوشلزم کا وہ تصور ابھرا جس پر عمل کرتے ہوئے بعد میں انہوں نے اپنی 40 ہزار ایکڑ زمین میں سے صرف ڈیڑھ سو ایکڑ زمین اپنے پاس رکھ کر باقی انتالیس ہزار ساڑھے آٹھ سو ایکڑ زمین غریب کسانوں میں تقسیم کر دی- آپ نے کبھی سنا کہ کسی وڈیرے نے اس طرح کی مثال قائم کی ہو جبکہ خاندان والوں نے ان کے اس اقدام کی سخت مخالفت کی-

www.bhutto.org

5 جنوری 1928ء کو لاڑکانہ میں سرشاہنواز بھٹو کی دوسری بیوی خورشید بیگم کے بطن سے پیدا ہونے والے ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کی عملی سیاست میں اس وقت قدم رکھا جب سکندر مرزا نے جناب بھٹو کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے بارہویں اجلاس میں شریک ہونے والے وفد کا ممبر بنا کر بھیجا جہاں انہوں نے جارحیت کے موضوع پر تقریر کی۔ اس تقریر کو بہت شہرت ملی اور بین الاقوامی پریس کے ذریعے جناب بھٹو عالمی برادری میں بھی متعارف ہوئے۔ اس کے بعد جناب بھٹو کو دوبارہ ضروری 1958ء میں پاکستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے جینوا بھیجا گیا جہاں سمندروں کے قانون کی تشکیل کے لیے اقوام متحدہ کا خصوصی اجلاس منعقد ہو رہا تھا۔

اگست 1963ء میں جناب بھٹو کو ہلال پاکستان کا اعزاز دیا گیا جو پاکستان کا سب سے بڑا سول اعزاز ہے۔ وہ تاریخ، سیاست اور بین الاقوامی تعلقات کے مضامین میں مہارت رکھتے تھے اور ملکی و غیر ملکی زبانوں پر ان کو مکمل عبور حاصل تھا۔

22 ستمبر 1965ء کو سلامتی کونسل کے اجلاس میں جناب بھٹو کی تاریخی تقریر نے انہیں ہیرو بنا دیا انہوں نے اپنے طویل خطاب میں کہا تھا "ہم ہزار سال تک لڑیں گے بغاوت کی جنگ لڑیں گے۔ ہم اپنے دفاع میں لڑیں گے۔ ہم زندگی کو نشوونما دینے والے لوگ ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ ہم نے اپنے وقار اور آزادی کے تحفظ کے لیے لڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔

6 جون 1966ء کو جناب بھٹو نے ایوب حکومت کو استعفیٰ دے دیا۔ 20 جون کو جناب بھٹو راولپنڈی سے لاہور کے لیے بذریعہ ٹرین روانہ ہوئے اور اس سفر نے حالات کا رخ بدل دیا۔

بھٹو رفتار وقت سے بے نیاز تھے کیونکہ وہ اپنا ہر ارادہ عملی صورت میں جلد از جلد دیکھنے کے خواہاں تھے وہ کوئی بہت اچھے مردم شناس بھی نہ تھے چونکہ خود صاف دل تھے اس لیے لوگوں کے اندر کے کمینے پن کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ ان کی سخت گیری کبھی کبھی ہتک آمیز رویہ بن جاتی تھی ان میں قوت برداشت کا مادہ بھی بہت کم تھا۔

www.bhutto.org

بھٹو وقت کی قدر اور اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے اور بڑی سختی سے اس کی پابندی کرتے تھے ایک بار لاڑکانہ میں 22 جنوری 1972ء کو ایک کانفرنس تھی جس میں بھٹو صاحب 20 منٹ تاخیر سے پہنچے جس پر معذرت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہر شخص کو وقت کا پابند ہونا چاہیے۔

بھٹو بچپن میں اپنی والدہ کے ہمراہ اپنے خاندانی بزرگ لال شہباز قلندر کے مزار پر حاضری دیا کرتے تھے اور ان سے یہ عقیدت تاعمر کم نہ ہوئی۔

بھٹو نے حافظہ بلا کا پایا تھا انہیں ہر واقع اور موقعے کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل بھی یاد رہتی تھی انہیں اپنے دوستوں اور دشمنوں کے چہرے اور نام کبھی نہیں بھولتے تھے انہیں مختلف ملکی اور غیر ملکی زبانوں پر بھی عبور حاصل تھا۔ دنیا کے ہر خطے کے سیاسی۔ سماجی اور معاشی تاریخ و جغرافیے سے واقفیت حاصل کرنا تمام عمر ان کا محبوب مشغلہ رہا۔ ان کی Power of observation بھی بہت تھی وہ ہر بڑی یا معمولی حرکت اور بات کا نوٹس لیتے تھے۔

بھٹو انتھک محنت کے عادی تھے روزانہ 20 گھنٹے کام کرتے تھے اور اکثر کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی سو جاتے تھے۔ انتخابات کے دور میں وہ ایک ایک دن میں 25- 30 جلسوں سے خطاب کرتے تھے اور تھکاوٹ کا ذکر تک نہ کرتے تھے۔ بھٹو سہل پسندی کے سخت مخالف تھے وہ خود بھی کام کام اور کام کے فلسفے پر یقین رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ ہر وہ شخص جو دنیا میں آیا ہے اسے کام ضرور کرنا چاہیے۔ انہی کے الفاظ میں "یہ انسانی فطرت ہے کہ اگر کسی شخص کا کام کوئی دوسرا شخص کرنے لگے تو وہ اپنی انگلی بھی ہلانے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔" بقول انہی کے "ان کے امتحان کی ایک ہی کسوٹی ہے کہ کون ہے جو محنتی ہے اور غریب عوام کا دوست ہے۔ غریبوں کا دوست بھٹو کا دوست اور بھائی تھا اور عوام کا دشمن ان کا بدترین دشمن تھا۔ یہ ان کی دوستی کا ناقابل تردید معیار تھا۔"

بھٹو ایک منصفانہ ذہن کا آدمی تھا۔ وہ خود غرضانہ تجاویز کو رد کر دیتا تھا چاہے وہ

www.bhutto.org

کتنے ہی قریبی دوست یا عزیز کی طرف سے کیوں نہ ہوتیں جس طرح لاڑکانہ کی حدود کو تبدیل کرنے کے بارے میں بیگم نصرت بھٹو اور ممتاز بھٹو کی تجاویز اور سندر خان میرانی کی تجاویز کو بھٹو نے بیک جنبش قلم مسترد کر دیا تھا۔

بھٹو کو اپنی ذہانت پر فخر تھا تو خدا کے حضور عاجزی کی بھی انتہا تھی وہ طاقتور دشمن کے سامنے ڈٹ جانا بھی جانتا تھا تو غریب عوام کے ساتھ مل کر "ہے جمالو" پر ناچ کر خوش بھی ہوتا تھا۔ اس میں فخر و عجز کا ایک مکمل امتزاج تھا۔

اپنے علاوہ وہ دوسروں کی ذہانت اور بہادری کا بھی معترف تھا اور قدر دان تھا چاہے وہ اس کا دشمن ہی کیوں نہ ہو جس کی مثالیں ایک طرف اندرا گاندھی اور ہنری کسنجر ہیں اور دوسری جانب جمال ناصر۔ شاہ فیصل۔ صدر سوئیکارنو۔ مسٹر ممتاز بھٹو اور بے نظیر بھٹو ہیں۔ بھٹو دوستوں پر مکمل اعتماد کرتے تھے اور ان کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ ان کے دوستوں کی دل آزاری نہ ہونے پائے۔

بھٹو عوامی رنگ میں رنگے ہوتے تھے "ہے جمالو" اور "مست قلندر" کی تھاپ پر عوام کے ساتھ مل کر رقص کرنا۔ عوام کی خواہش پر عوامی لباس پہننا اور پھر اس پر بے حد خوشی کا اظہار کرنا۔ گزرتے ہوئے بوڑھی مائی کی جھگی میں بیٹھ کر ساگ روٹی کھانا اور اس کے حالات زندگی سن کر آنکھوں میں آنسو بھر آنا۔ رکشے یا عوامی سواری سے سفر کرنا۔ اچانک کسی موقع پر پہنچ جانا یہ تمام باتیں بھٹو کے اندر کے سچ کی گواہ ہیں کہ وہ ایک درد مند اور حساس دل رکھتے تھے اور عوام سے دلی محبت کرتے تھے۔

عوام سے محبت کے لیے بھٹو نے کہا "میں عوام کے ساتھ ہمیشہ رابطہ برقرار رکھوں گا۔ جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اس طرح میں بھی عوام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور اگر میں زندہ نہ رہا تو پھر عوام بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔"

(یکم اپریل 1972ء)

بھٹو کے نام سے ایک ٹرسٹ قائم تھا جس کی 44 دوکانوں اور 18 رہائشی مکانوں کی آمدنی تعلیمی وظائف پر خرچ ہوتی تھی جب ان سے اس ذاتی ملکیت کے بارے میں کہا

www.bhutto.org

گیا تو انہوں نے بغیر کسی پس و پیش کے وہ ساری کی ساری جائیداد حکومت کے حوالے کر دی۔

بھٹو نے کہا "میں نے شروع ہی سے عوام سے رابطہ قائم رکھا ہے اور میرا عوام سے یہ رابطہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا خواہ کچھ ہی ہو جائے اور کیسے ہی حالات کیوں نہ پیدا ہو جائیں۔ میں عوام کا پیدا کردہ ہوں۔ عوام کی طاقت نے مجھے منزل تک پہنچایا اس لیے میں عوام سے کیسے دور رہ سکتا ہوں میرے اور عوام کے درمیان فاصلے کیسے ہو سکتے ہیں اور دیواریں کیسے کھڑی کی جا سکتی ہیں۔ کہیں مچھلی بھی پانی کے باہر رہ سکتی ہے اور کیا خوشبو پھول سے جدا ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر بھٹو بھی عوام سے جدا نہیں ہو سکتا۔"

بھٹو کی خوش لباسی اور نفاست نے ان کو دنیا میں نمبرون بنا دیا تھا یہی خوبصورتی ان کے اندر بھی جھلکتی تھی وہ ایک Artistic ذہن کے مالک تھے اور ان میں Aesthetic Sense بدرجہ اتم موجود تھی وہ ایک Constructive دماغ رکھتے تھے۔ اسی لیے وہ خوراک لباس، رہائش، تعمیرات ہر چیز میں نفاست اور خوبصورتی کا پہلو مدنظر رکھتے تھے۔

بھٹو بنیادی طور پر جارحیت اور استحصالی قوتوں کے مخالف تھے وہ ایک جدید حکومت کے حامی تھے ان کے خیال میں ایک ریاست اور حکومت جتنی جدید ہو گی ملک بھی اتنا ہی ترقی یافتہ ہو گا۔

بھٹو اگر آج زندہ ہوتے تو روس کی سرزمین پر اسلامی ریاستوں کو ابھرتے دیکھ کر کس قدر خوش اور مطمئن ہوتے اور آپ کا کیا خیال ہے وہ اس وقت دنیا میں ہونے والے مظالم (کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، افغانستان، عراق اور فلسطین) پر خاموشی اختیار کرتے۔ ہرگز نہیں بلکہ آج کے ظالموں کے خلاف وہ دنیا کے تمام مظلوموں کو اکٹھا کر لیتے اور پھر دنیا کا نقشہ ہی بدل جاتا۔"

بھٹو کے فن خطابت پر تو ایک پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے اور ان کا یہ فن

www.bhutto.org

خداداد تھا۔ کسی ٹریننگ کا محتاج نہیں۔ وہ جب بولتے تھے تو مجمع پر سکوت طاری ہو جاتا تھا وہ جذباتی ہوتے تھے تو سننے والوں کی آنکھوں سے رواں آنسو اس بات کا ثبوت ہوتے تھے کہ ان کے الفاظ سامع کے دل کو چھو کر گزرے ہیں۔ ان کے برجستہ فقرے Extempore تقاریر اگر مجھے موقع ملا تو انشاء اللہ کسی وقت ان کو بھی Compile کروں گی کیونکہ یہ بھی ہمارا ایک ثقافتی اور قومی اثاثہ ہیں۔

www.bhutto.org

بھٹو بحیثیت فلاسفر

بھٹو ایک نام نہیں نظریہ ہے' ایک فکر ہے' ایک سوچ ہے' ایک فلسفہ ہے۔

آج تک بھٹو پر بہت کچھ لکھا گیا۔ ان کی حمایت میں بھی اور مخالفت میں بھی۔ ان کی تعریف بھی بہت کی گئی اور ان پر تنقید بھی کھل کر کی گئی۔ ان کی ذات کے بارے میں خود بھٹو صاحب کی تصانیف بھی موجود ہیں اور ان کی دختر بے نظیر بھٹو کی تحریریں اور تقریریں بھی ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی ابلاغ عامہ نے بھی ان پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے ان کے دوست اور دشمن سب کو کھل کر اظہار رائے کے موقعے بھی خوب میسر آئے ہیں۔

اس دور کی تاریخ میں بھٹو شاید وہ واحد شخصیت ہے جس کے بارے میں توصیف اور تنقید تقریباً ہر طبقے کے لوگوں نے زبانی اور تحریری طور پر کی اس دور میں اتنی contravertial شخصیت شاید اور کوئی پیدا نہیں ہوئی۔

کوئی بھی شخص جب کسی نئی چیز کا بانی ہوتا ہے تو یقیناً اس میں اس کی سوچ اور فکر کا عمل دخل ہوتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو اس شخصیت کو زندہ جاوید بناتی ہے چاہے وہ کوئی نئی ایجاد ہو یا نئی سوچ بہرحال ہر دور میں اس سوچ کے اثرات کی تعریف و تنقید ہی اس شخصیت کو امر بناتی ہے۔ یہی کچھ ارسطو۔ سقراط۔ بقراط۔ افلاطون اور دنیا کے تمام بڑے فلسفیوں کے ساتھ ہوا۔ ان کو زندگی ان کے نظریات نے بخشی یہ ایک الگ کہانی ہے کہ ان کے ہم عصروں نے ان کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا یا پھر کتنے لوگ ان کے نظریات کے حامی تھے اور کتنے مخالف۔

آخر کیا وجہ ہے کہ سولہ سترہ سال کی طویل مدت (جس دور پر ان کے مخالفین

www.bhutto.org

چھائے رہے) گزرنے کے باوجود آج بھی بھٹو زندہ ہے؟ کیا وجہ ہے کہ وہ قرطاس ابیض جس کا چار بڑی زبانوں میں ترجمہ ہوا تھا اور جس میں جی بھر کر بھٹو کے ہر پہلو پر زہر اگلا گیا تھا آج شاید ہی کسی کو اس کا ریفرنس یاد ہو جبکہ بھٹو پر لکھی گئی ہر ملکی اور غیر ملکی تحریر کو کوئی دوست ہو یا دشمن سب ہی آج بھی دلچسپی اور توجہ سے پڑھتے ہیں۔

بھٹو کے پیروکار آج بھی ان کے نام سے اپنے دل و دماغ میں روشنی کیے ہوئے ہیں۔ بھٹو کو نہ کوئی مارشل لاء ختم کر سکا نہ کوڑے' نہ سزائیں' نہ سیاسی تدابیر نہ تشدد کی سیاست' ظلم کی سیاہ رات' نہ بیوروکریسی کی چالیں۔

بھٹو کی زندگی اور موت دونوں ہی ان کے فلاسفر ہونے کا بین ثبوت ہیں۔ بھٹو دراصل ہر فلاسفر کی طرح ایک خاص انداز فکر رکھتے تھے بھٹو کی ابدی زندگی کی وجہ علامہ اقبال کا وہ فلسفہ خودی ہے جس کے لیے جناب علامہ اقبال نے بار بار فرمایا۔ ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اسی فلسفہ خودی کو بھٹو نے عملی رنگ میں رنگ دیا۔ انہوں نے اس سوئی ہوئی خودی کو جھنجھوڑ کر جگا دیا جسے استحصالی قوتوں نے غربت کے نشے کے ٹیکے لگا کر گہری نیند سلا دیا تھا۔ بھٹو نے ایک عام آدمی کو سیاسی شعور دیا اور خاص طور پر غریب طبقے میں ایک ایسی روح پھونک دی جس کی بنا پر انہیں علامہ اقبال کے اس شعر کا مطلب سمجھ میں آ گیا کہ ؎

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

اقبال کے فلسفہ خودی کو زندگی بھٹو کے نظریات نے دی بھٹو سے پہلے ہمارے ملک یا برصغیر میں ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں سامراجی طاقتیں دو طبقاتی نظام کے حق میں تھیں۔ ان میں ایک طبقہ امراء اور جاگیرداروں کا تھا اور دوسرا غریب مزدور بلکہ کسی حد

www.bhutto.org

تک جاہل طبقہ۔ اول الذکر طبقہ دوسرے طبقے پر بطور حاکم مسلط تھے اگرچہ ان کی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ غریب آدمی دال روٹی کے چکر سے ہی نہیں نکل پا رہا تھا کہ وہ اپنے اردگرد کا بھی کوئی جائزہ لیتا اور تو اور وہ اپنی انا اور خودی تک کے بارے میں سوچنے سے قاصر تھا اور ان کی سوچ کو مفلوج دانستہ کیا گیا تھا۔

بھٹو کی فکر نے ایک تیسرے طبقے کو جنم دیا جسے ہم مڈل کلاس یا متوسط طبقہ کہتے ہیں جو بنیادی طور پر تو غریب طبقے سے ہی ابھر کر باہر آتا ہے مگر اس ابھرنے کے عمل میں ان افراد کی دن رات کی محنت و مشقت اور سالہا سال کے رت جگے شامل ہوتے ہیں۔ یہ وہ طبقہ ہے جس میں اخلاقی اور انسانی قدریں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں یہ طبقہ قائدانہ صلاحیتیں بھی رکھتا ہے اور انقلابات کا باعث بھی بنتا ہے کیونکہ یہ قربانیاں دینے کا ہنر بخوبی جانتا ہے۔

بھٹو کے نظریات کے یہ اثرات صرف ملکی سطح تک ہی محدود نہیں بلکہ سرحدیں پار کر کے عالمی سطح پر یہ جراثیم پھیل چکے ہیں دوسری جانب خوفزدہ سامراجی قوتیں ابھی تک ان نظریات کو دبانے اور کچلنے کے عمل میں برسرپیکار ہیں مگر دیکھیے۔

؎ کیا گزرتی ہے قطرے پہ گوہر ہونے تک

بھٹو مہذب جمہوری اقدار کے علمبردار تھے۔ بھٹو کا فلسفہ ایک صحت مند معاشرے کا قیام تھا وہ خیرات دینے کی بجائے روزگار مہیا کرنے کے حامی تھے۔ بھٹو نے غریب، محنت کش، کسانوں اور پسے ہوئے عوام کو روشن مستقبل کی نوید دی۔ بے زبانوں کو زبان دی۔ مظلوم کو ظالم سے ٹکرانے کا انداز سکھایا۔ استحصال کرنے والوں کا حساب کرنے کا ہنر دیا اور غاصب سے اپنا حق چھیننے کا سلیقہ سکھایا۔

بھٹو دنیا میں امن کا سفیر تھا وہ رحم کا نہیں انصاف کا طالب تھا اس نے اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی کا خون نہیں بہایا۔ کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا وہ ایک درد مند دل رکھتا تھا اور اس نے کبھی کسی فرد، قوم یا ملک کو تصادم کی پالیسی اختیار کرنے کا درس نہیں دیا بلکہ ہمیشہ تصادم سے گریز کی پالیسی پر قائم رہا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی چاہتے

www.bhutto.org

تھے کہ اگر لڑائی آپ پر ٹھونس ہی دی جائے تو پھر دشمن کو سمندر کی تہوں تک غرق کر کے آؤ۔ مرد میدان بن کر جارحیت کا مقابلہ کرو کیونکہ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا نام ہی جہاد ہے۔ بھٹو نے 16 اگست 1965ء کو لاڑکانہ میں اپنے خطاب میں کہا "ہم آزادی کی جنگ لڑنے والے تمام ممالک سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ ہم اکیلے نہیں ہیں اسلام اور ایمان کی قوت ہمارے ساتھ ہے۔"

بھٹو صرف ایک فلاسفر نہیں بلکہ انقلابی فلاسفر ہے زمانہ طالب علمی میں ہی انہوں نے فلسطینیوں اور ویت نام کے مظلوم عوام کے لیے تحریکوں کی پرزور حمایت کی۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں جہاں ظلم ہو رہا ہو چاہے وہ کشمیر ہو فلسطین' الجزائر' یا ویت نام بھٹو نے مظلوم کو اپنی حمایت کا یقین دلایا اور انہیں پرزور جدوجہد کا سبق دیا اس نے رنگ۔ نسل حتیٰ کہ مذہب اور ذات پات سبھی سے بالاتر ہو کر غریب پسے ہوئے مظلوم طبقے کی حمایت کا اعلان کیا۔ وہ غریبوں کے اتحاد کا حامی تھا۔

بھٹو صحافیوں۔ فلاسفروں اور دانشور افراد کا ہمیشہ قدر دان رہا۔ وہ ہر نئی آنے والی کتاب کو جلد از جلد پڑھ لینے کے لیے بے تاب رہتا تھا اس کی دوستی میں برٹرنڈرسل جیسے سنجیدہ فلاسفر کا نام سرفہرست ہے۔ روشن خیال عالمی لیڈران سے ان کی دوستی تھی اور دشمنی ظالم سامراج جیسے طاقتور دشمن سے۔

بھٹو کی 23 ستمبر 1965ء میں سلامتی کونسل اقوام متحدہ میں ایک تقریر سے اقتباس درج ذیل ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ بھٹو درحقیقت عالمی سطح کی سوچ رکھنے والا ایک اولوالعزم فلاسفر تھا وہ کہتے ہیں۔

"میں تمام امن پسند قوموں سے مخاطب ہوں میں ان لوگوں سے بات کرتا ہوں جو انصاف اور سچائی پر ایمان رکھتے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ قدرت کا قانون ہے کہ افریقہ اور ایشیا کے لوگ پسماندہ اور مفلوک الحال رہیں؟ کیا یہ ہمارے لیے مقدر ہو چکا ہے کہ ہم ہمیشہ بدحال اور پسماندہ رہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہم پسماندگی اور افلاس کی ان دیواروں کو توڑ دینا چاہتے ہیں ہم غریب عوام کے لیے ایک بہتر مستقبل

www.bhutto.org

تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہماری آئندہ نسلیں خوشحال' اطمینان اور عزت کی زندگی بسر کریں۔ افریقہ اور ایشیا کے لیڈر آج اسی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ وہ پسماندگی اور افلاس کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور اس مقصد کے لیے ہم اپنے تمام وسائل۔ اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو مفید اور تعمیری کاموں میں استعمال کرنا چاہتے ہیں ہم تصادم اور لڑائی سے ہر قیمت پر بچنا چاہتے ہیں۔ ہم جنگ کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہم عوام کی تباہی اور بربادی کے ہر امکان کو ختم کر دینا چاہتے ہیں ہم دشمن کے عوام کی بھی قدر کرتے ہیں اور ان کا بھلا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر ہم پر لڑائی مسلط کی گئی تو ہم لڑتے رہیں گے اس لیے کہ ہم حق پر ہیں۔ ہم ایک اصول کی خاطر لڑ رہے ہیں اور ہم اپنے اس عہد کی خاطر لڑ رہے ہیں جو حق خود ارادیت کے لیے ہم نے کیا ہے۔ ہم ہر قوم کے حق خود ارادیت پر عقیدہ رکھتے ہیں اور آج ہم ہی نہیں ایشیا اور افریقہ کی ہر قوم اس معاملہ میں متفق ہے۔ حق خود ارادیت کا یہ اصول جس کے لیے ہم لڑ رہے ہیں ایک ایسی متحرک قوت ہے جسے اب کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی اور ' یہ جنگ لڑتے رہیں گے پورے عزم کے ساتھ یہ جنگ جاری رہے گی۔ دنیا کی جو طاقتیں بھی ہمارے خلاف صف آراء ہو رہی ہیں ہم ان سب کا مقابلہ کریں گے۔"

25 دسمبر 1973ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تاریخی تقریر سے اقتباس درج ذیل ہے۔ "میں ایک ایسا عالمی نظام چاہتا ہوں جو دنیا بھر کے چھوٹے بڑے ملکوں کی آزادی' مساوات اور امن کی بنیادوں پر استوار ہو۔ اس عالمی نظام کے قیام میں بڑی طاقتیں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں یہ نظام اقوام متحدہ کے منشور کے بل پر قائم ہو سکتا ہے جس میں تمام ملکوں کی علاقائی سالمیت۔ اقتدار اعلیٰ کے اقدام' دوسروں کے معاملات میں دخل نہ دینے اور طاقت کے ذریعے کسی کے علاقے پر قابض نہ ہونے کے اصول موجود ہیں۔ بھٹو نے یہ بھی کہا کہ جب تک اس منشور پر قرار واقعی عمل نہیں ہوتا اس وقت تک بڑی طاقتوں کے مابین مفاہمت اور چند ایک ممالک کی باہمی بات چیت چھوٹے ملکوں کو عدم تحفظ کے احساس سے نجات نہیں دلا سکتی۔ انہوں نے کہا"

www.bhutto.org

ہم اس حقیقت سے کب تک اغماض برت سکتے ہیں کہ اقوام متحدہ طاقت کے استعمال کی مذمت کرنے کے باوجود اسے برداشت بھی کرتی چلی آ رہی ہے۔ کون ہے جو اس حقیقت سے انکاری ہو گا کہ دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرنے کے بے شمار اعلانات کے باوجود یہ مداخلت بدستور ہو رہی اور کون ہے جو اس بات کو جھٹلا سکے کہ بڑی طاقتوں کی مفاہمت ہو یا نہ ہو مگر دنیا اس وقت غربت' تنگ نظری' جہالت اور ایسے بے شمار مسائل میں گھری ہوئی ہے اور اسی سبب سے دنیا بھر میں جنگ کا خطرہ موجود ہے۔" بھٹو نے اس سلسلے میں مشرق وسطیٰ' ویت نام' کمبوڈیا' لاؤس' جنوبی افریقہ اور کشمیر کا بھی ذکر کیا کہ وہاں کس قدر ظلم جاری ہے۔ "ہم چاہتے ہیں کہ اقوام متحدہ کے اصولوں کا سب ہی احترام کریں کسی ملک کے اندرونی معاملات میں بیرونی مداخلت نہ ہو۔ مساوات اور بین الاقوامی معاہدوں کی روشنی میں مسائل پرامن طور پر حل کیے جائیں۔"

25 مئی 1973ء کو افریقہ کے یوم آزادی پر ایک پیغام دیتے ہوئے بھٹو نے کہا " ہم افریقہ اور ایشیا کے نو آزاد ممالک کے عوام کی اس جدوجہد میں شریک ہیں جس کے نتیجے میں اقتصادی آزادی حاصل ہو سکے گی انہوں نے کہا کہ ہماری یہ جدوجہد اس مقصد کے لیے ہے کہ دنیا میں منصفانہ نظام قائم ہو۔ عوام کو آزادی اور خود مختاری کے حصول کے لیے طویل اور صبر آزما جدوجہد سے گزرنا پڑ رہا ہے مگر اس جدوجہد کے نتیجے میں عوام کو نسلی برتری اور ثقافتی جکڑ بندیوں سے نجات حاصل ہو گی۔ جب تک جارحانہ وطن پرستی کا رجحان ختم نہیں ہو جاتا۔ نسلی برتری کے امتیاز کو ختم نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک یہ جدوجہد جاری رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں ان ممالک کے عوام آزادی اور خود مختاری کے حصول کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ انسانی وقار کی بحالی کے لیے بے پناہ صعوبتوں اور مصیبتوں کا شکار ہونا پڑتا ہے مگر آزادی کے متوالوں کو اس راہ سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ بھٹو نے کہا "ہم نے جنوبی افریقہ اور رہوڈیشیا کی نسل پرست حکومتوں کی بارہا مذمت کی ہے اور ان کے خلاف انتہائی اقدام کرنے کی

www.bhutto.org

حمایت کی ہے اور انشاء اللہ ہماری یہ کوششیں کامیابی تک جاری رہیں گی۔"

30 دسمبر 1972ء کو ویت نام میں دوبارہ جنگ شروع ہونے پر بھٹو نے شدید افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا "ہم انسانیت کے نام پر دعا کرتے ہیں کہ ویت نام میں جنگ بندی کرنے کا سمجھوتہ ہو جائے تاکہ دنیا کے ایک ملک میں تباہی و بربادی کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے وہ ختم ہو جائے۔ مہذب دنیا کے ایک حصہ میں تباہی و بربادی اور قتل و غارت گری کا جو بازار گرم ہے اس پر دنیا خاموش ہے بلکہ یہ قتل و غارتگری اتنی خوفناک اور ہولناک ہے کہ ہمارے پاس مذمت کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔"

موت تو ہر حال میں آتی ہے مگر صرف ایک بار۔ وہ غریب عوام اور عظیم مقاصد کے لیے لڑا تھا۔ وہ شائستہ احساسات اور جذبات سے بھرپور تھا۔ نازک لمحوں میں شدید جذباتی کیفیت میں وہ رو پڑتا تھا۔ اس نے کبھی کسی کو مارا نہیں تھا۔ وہ تو مارنے کے خیال سے ہی پریشان ہو جاتا تھا۔ وہ زندہ تھا تو مجاہد تھا۔ موت کی شکل میں اس نے دارورسن سے جنگ کی۔ ہر چند اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ مرنے کے بعد وہ بے مثال مینارہ نور بن کر رہے گا۔

ماضی قریب میں غریب اور بے بس ملکوں میں سے اٹھنے والے کسی لیڈر نے کسی مدبر نے دنیا بھر کے غریب عوام کے جذبات کو اس قدر نہیں جھنجوڑا احساسات میں اس قدر ہلچل نہیں مچائی جتنی بھٹو نے وہ حبس کے موسم میں ہوائیں بانٹنے والا تھا۔

1967ء کے بعد بھٹو کے بارے میں اب تک جو کچھ اندرون و بیرون ملک لکھا جا چکا ہے یا لکھا جا رہا ہے اس سے تو لگتا ہے کہ نہ صرف بیسویں صدی بلکہ اکیسویں صدی میں بھی بھٹو ہی ایک ایسا شخص ہے جس کے بارے میں سب سے زیادہ لکھا گیا ہے اور یہ Process تاحال جاری ہے۔

بھٹو نہ ایک فرد تھا نہ وہ مرا ہے۔ وہ ستم رسیدہ مجبور اور غریب دلوں کی دھڑکن تھا وہ ایک تاریخی اور معاشرتی لہر کی صورت میں زندہ رہے گا بھٹو کو ایک تحفے ایک رومانس ایک دیومالائی شخصیت ایک داستان کی صورت میں نئی نسلوں کے حوالے کر دیا

www.bhutto.org

گیا ہے۔ اس کی موت کے اسرار نے اس کی عظمت میں ایک معجزانہ اضافہ کر دیا ہے۔ بھٹو کا مرنا اس کی عظمت اس کی بخشش کا سامان کر گیا۔ بھٹو کروڑوں غریبوں کے دلوں کی دھڑکن میں رہتا تھا۔ رہتا ہے اور ہمیشہ رہتا رہے گا۔

بھٹو ایک Process تھا وہ شاعر انقلابی تھا بھٹو ایک جوش ایک جذبے کا نام ہے۔ بھٹو کو لاکھ مٹانے کی کوشش کی جائے بھٹو صدیوں تک لوگوں کے دلوں میں زندہ رہے گا۔ اسے لوگوں کے دلوں' سینوں اور ذہنوں سے کوئی نہیں نکال سکتا اور یہ Process پشت در پشت Genes میں منتقل ہوتا جا رہا ہے۔

www.bhutto.org

بھٹو ازم

بھٹو نے ایوب خان سے اپنی آخری ملاقات میں کہا "میں آپ کو صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے عہدوں سے دلچسپی نہیں چونکہ میں بااصول آدمی ہوں اس لیے اپنے خیالات سے انحراف کرکے اور اپنے اصولوں کو پامال کرکے حکومت میں رہنے کو تیار نہیں ہوں۔ میں نسل رنگ اور علاقائیت پر یقین نہیں رکھتا۔ میں متروک برطانوی فلسفے کو بھی نہیں مانتا جو کسی قوم کی طاقت کا اندازہ نسل' رنگ اور مذہب کی بنیاد پر کرتا ہے میری نظر میں تمام انسان برابر ہیں خواہ وہ افریقی ہوں یا چینی یا جاپانی خواہ پست قد ویت نامی ہوں یا بلند قامت امریکی یہ میرا فلسفہ حیات ہے۔

بھٹو کی کتاب آزادی موہوم Myth of Indepencence میں ذوالفقار علی بھٹو نے سرمایہ داری نظام اور کمیونزم کے بحران پر روشنی ڈالی اور تیسری دنیا کے مسائل کے حل کے لیے مشترکہ لائحہ عمل اپنانے کی ضرورت پر زور دیا۔ اسی کتاب میں ایک جگہ بھٹو لکھتے ہیں "مغربی اور مشرقی یورپ کے لوگ ہتھیاروں کو ایک طرف چھوڑنے کے بعد قریب تر باہمی تعاون کی کوششوں میں نظر آتے ہیں۔ دو طرفہ کشاکش میں نرمی آجانے سے مشرق اور مغرب کے باہمی رابطوں میں لچک بڑھ گئی ہے۔

1979ء میں لکھے جانے والے ایک خط میں بھٹو نے لکھا صرف وہی معاشرہ ترقی پسند اور طاقتور بن سکتا ہے جو نہ تو اپنے ماضی کو فراموش کرے اور نہ ہی حال کے تقاضوں سے بے خبر ہو جس میں مذہب بھی ہو اور سائنس بھی ہو ماڈرن ازم بھی ہو اور صوفی ازم بھی ہو۔ مادی اصولوں کو بھی سمجھا جائے اور روحانیت بھی ہو۔ جہاں گھٹن نہ ہو اور تہذیب اور ثقافت کو بھلایا نہ جائے۔ بھٹو نے کہا ایسا معاشرہ غیر طبقاتی ہو سکتا

www.bhutto.org

ہے۔

بھٹو سیاست کو امیروں کے عالیشان ایئرکنڈیشنڈ بنگلوں سے نکال کر کی، مزدور اور ہاری کی جھونپڑی تک لے آیا۔ آجر اور اجیر کے درمیان صدیوں پرانے تضاد کو مٹانے کے لیے پہلا قدم اٹھانے والا مزدور کو اپنے حقوق کا شعور اور حقوق کے حصول کے لیے زبان دینے والا ان کو مکمل تحفظ کی خاطر لیبر قوانین بنوانے والا اور مزدور کو باعزت زندگی بسر کرنے کا گر سکھانے والا مرد قلندر جس نے آئین اور قانون کا احترام کرنے کی روایت ڈالی کیونکہ وہ چور دروازے استعمال نہیں کرتا تھا۔

چند کارہائے نمایاں

* شراب اور ریس بند کر دی 17 اپریل 1975ء۔
* جمعہ کو چھٹی کر دی۔
* قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا۔ 7 ستمبر 1974ء۔
* 1971ء بھارت کی قید سے 90 ہزار جنگی قیدیوں کا نجات دہندہ اور کھوئے ہوئے رقبے کی واپسی۔
* 1973ء کے متفقہ دستور کا خالق۔
* 1974ء میں اسلامی سربراہی کانفرنس انعقاد کرنے اور اس سے بہترین نتائج حاصل کرنے والا سربراہ جس نے تیل کی خداداد نعمت کا بہترین مصرف کیا۔
* مارچ 1976ء میں فرانس کے ساتھ ایٹمی ری پراسیسنگ کے معاہدے کا فاتح۔
* 1963ء بطور وزیر خارجہ پاک چین دوستی کی مستحکم بنیادیں رکھنے والا۔
* 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں بھٹو نے اقوام متحدہ میں جس پامردی اور حوصلے سے پاکستان کی ترجمانی کی تھی اسے ہماری نسلیں نظرانداز نہیں کر سکتیں۔
* لاکھوں غریب اور محنت کش پاکستانیوں کو خلیج کے ممالک میں روزگار دلوایا جس سے ملک کے خزانے زرمبالہ سے بھر گئے اور مزدور کی خم رسیدہ کمر میں سیدھے سر

www.bhutto.org

اٹھا کر چلنے کی ہمت آگئی۔

آیئے ہم اس فلسفے پر اس فکر پر نظر ڈالیں جسے لوگ بھٹو ازم کہتے ہیں۔ بھٹو ازم کیا ہے؟ نظریہ بھٹو کیا ہے؟ اور یہ نظریہ کیوں آج بھی ہماری سیاسی اور سماجی زندگی پر حاوی ہے؟

بھٹو ازم کے بنیادی اصول

1- اسلام ہمارا دین ہے۔
2- اسلامی سوشلزم ہماری معیشت ہے۔
3- جمہوریت ہماری سیاست ہے۔
4- طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔
5- روٹی، کپڑا اور مکان ہم سب کی ضرورت ہے۔

آیئے اب ان اصولوں پر ایک ایک کر کے ذرا تفصیلی نظر ڈالتے ہیں۔

❋

www.bhutto.org

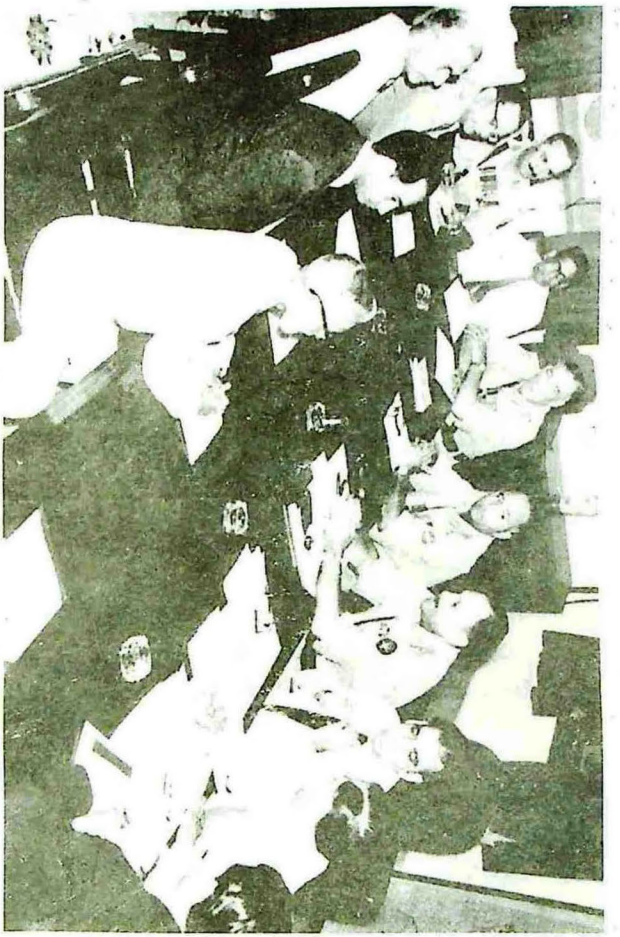

جناب ذوالفقار علی بھٹو 27 اکتوبر 1958ء کو کیبنٹ کی پہلی نشست کی صدارت کر رہے ہیں

www.bhutto.org

اسلام ہمارا دین

کیا ہم یا دنیا کا کوئی بھی مسلمان اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے یعنی ہمارا مذہب سلامتی کا مذہب ہے۔ بھٹو کا اپنی زندگی کے بارے میں نظریہ تھا "میں اس لیے پیدا ہوا تھا کہ میں ایک قوم بنا سکوں اور اس قوم کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر ہو جس میں مساوات ایک بنیادی ستون ہے۔" بھٹو جاہل ملاؤں کی پیروی پر نہیں بلکہ روح اسلام کو سمجھنے والے علماء کو اپنا رہبرو رہنما مانتا تھا۔ وہ دکھاوے کی نماز اور چھپ کر گناہ کرنے کے فلسفے پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ اس کے خیال میں چونکہ اسلام ایک مکمل دین ہے اس لیے مسلمانوں کو دنیا کی بہترین قوم ہونا چاہیے۔ اسی لیے وہ اسلامی اتحاد۔ اسلامی معیشت۔ اسلامی سوشلزم اور اسلامی بم جیسے تمام پراجیکٹس پر بیک وقت کام کر رہا تھا۔

اسلام کا نام کسی بندوق کی نالی سے نہیں نکلا بلکہ نظریاتی طور پر ایک سچا دین ہونے کی بنا پر تمام دنیا میں پھیل گیا مگر افسوس کہ اس وقت مسلمان ہی مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے۔ بھٹو بچپن ہی سے عالم اسلام کو ایک وسیع تر نقطہ نظر سے دیکھتا تھا اور عالم اسلام کو ایک مضبوط قلعہ بنانا بھٹو کی جوانی کا وہ خواب تھا جس کی تعبیر اسلام دشمن طاقتوں نے چرا لی۔

اسلام نے مساوات' بھائی چارہ اور رواداری کا درس دیا اور بھٹو کے نظریات کی بنیاد بھی یہی مذہبی عقائد تھے۔ جن دنوں بھٹو پر قتل کا مقدمہ چل رہا تھا تو انہوں نے ان الفاظ کا کہ "بھٹو صرف نام کا مسلمان ہے" بہت برا منایا اور یہ واحد موقع تھا کہ انہوں نے دلائل کے ساتھ اپنے آپ کو Defend بھی کیا اور یہ بھی ثابت کیا کہ

www.bhutto.org

اسلام وہ مذہب ہے جس میں خدا اور انسان کے درمیان کوئی حائل نہیں ہے اور کوئی مسلمان کسی دوسرے کلمہ گو مسلمان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگا سکتا۔ وہ اول تا آخر مسلمان تھا اسی لیے تو اس کی زندگی میں خدا کے سوائے کسی اور سے ڈرنے یا کسی کے سامنے جھکنے کا کوئی Concept نہیں تھا۔ موت کو بھی ایک اٹل حقیقت سمجھتے ہوئے ہنس کر گلے لگانے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

بھٹو ہر موقع پر حوالہ قرآن و حدیث اور اسلامی اقدار اور نظریات سے دیتے تھے۔ چاہے وہ عوام کی عدالت تھی یا انصاف کی عدالت ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بھٹو کا اسلامی تعلیمات کے بارے میں مطالعہ اور مشاہدہ کس قدر گہرا تھا۔

بھٹو صرف نام کا مسلمان نہیں بلکہ ایک عملی مسلمان تھا بھٹو کے دور حکومت میں شراب نوشی اور جوئے پر پابندی عائد کی گئی جمعہ کے روز سرکاری چھٹی کا اعلان کیا گیا۔ قادیانیوں کو قانوناً غیر مسلم قرار دے دیا اور اپنے ذاتی مفاد کو ہرگز خاطر میں نہ لایا۔ کیا یہ تمام کارنامے کوئی نام کا مسلمان کر سکتا تھا۔

بھٹو کے دور حکومت سے پہلے حج کی درخواستوں کی قرعہ اندازی ہوتی تھی اور جس خوش نصیب کا نام قرعہ میں نکلتا تھا صرف وہی شخص حج کی سعادت حاصل کر سکتا تھا مگر 1973ء میں یہ اعلان کیا گیا کہ عازمین حج کی جتنی بھی درخواستیں ہوں گی سب کے سب روانہ حج ہو سکیں گے اور یہ اصول آج بھی قائم ہے یوں حج کرنے والے خوش نصیبوں کی تعداد میں بے اندازہ اضافہ ہوا۔

بھٹو نے کہا کہ "میرا بنیادی نظریہ ملک میں اسلامی مساوات کا قیام ہے میری خواہش ہے کہ امیر اور غریب میں معاشی عدم توازن ختم کر دیا جائے اور ہر کسی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق مساوی حقوق دیئے جائیں" وہ جلسہ عام میں قرآن شریف ہاتھ میں اٹھا کر حلفاً" یہ کہتے تھے "میں مسلمان ہوں اور رہوں گا میں لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم اسلام کی خاطر کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔" آپ نے کہا "ہم حضرت رسول اکرم کے بتائے ہوئے زریں اصولوں اور

www.bhutto.org

قرآن کی روشنی میں اسلامی مساوات کو رائج کریں گے۔" بھٹو نے کہا "میں نے اسلام کی کوئی خدمت کی یا نہیں میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا اس بارے میں صحیح انصاف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔" آپ نے کہا کہ "اسلام کو کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے خطرہ تو درحقیقت سرمایہ داروں کو لاحق ہے مشرق وسطیٰ اور جدوجہد کشمیر کے لیے میرا مؤقف اور خدمات جذبہ اسلام ہی کے تحت ہیں۔"

(10 جنوری 1970ء جلسے سے خطاب)

"اسلام تو ازل سے استحصال کا دشمن ہے اسلام کی تو بنیاد ہی عدل اور توازن پر رکھی گئی ہے اسلام کسی بھی قسم کے استحصال کے حق میں نہیں چاہے وہ معاشرتی' مذہبی یا دولت کا استحصال ہو یا محنت کا بھٹو نے کہا "ہماری آئیڈیالوجی کی بنیاد اسلام ہے۔ ہمارا مذہب انسانوں کے لیے خدا تعالیٰ کا پیغام ہے۔"

❋

www.bhutto.org

محترمہ بے نظیر بھٹو بلاول کے ساتھ

www.bhutto.org

اسلامی سوشلزم ہماری معیشت

اسلامک سوشلزم کا فلسفہ مارکس اور لینن کے سوشلزم سے بالکل مختلف ہے کیونکہ اس کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے۔ عین اسلامی نظریے کے مطابق بھٹو یہ چاہتے ہی نہیں تھے کہ زمین یا دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو جائے اور دنیا صرف امیر اور غریب کے دو طبقوں میں بٹی رہے بلکہ دولت اور وسائل میں امیر و غریب کی شراکت یکساں ہونی چاہیے تاکہ دولتمند یا وڈیرے اپنے آپ کو حاکم اور مزدور اپنے آپ کو محکوم نہ سمجھیں بلکہ مزدور اپنا فرض سمجھ کر محنت کرے اور زمیندار غریب کا حق غصب نہ کرے۔

بھٹو نے قرآن اور اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ اپنے عہد جوانی میں ہی کر لیا تھا اسی لیے تو صرف 20 سال کی عمر میں کیلیفورنیا یونیورسٹی میں ایک موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے اسلامی ممالک کو تجویز پیش کی تھی کہ معاشی نظام کے لیے قرآن و سنت کے حوالے سے دیکھا جائے یہی اس دنیا کے معاشی مسائل کا حل ہے۔

بھٹو مساوات محمدی کے قائل تھے اور ضرورت سے زیادہ مال و دولت جمع کرنے کے حق میں نہ تھے تمام دنیا کے لیے ان کا پیغام یہی تھا کہ دنیا میں مساوات ایک ہی صورت میں قائم ہو سکتی ہے جب معیشت کی تقسیم برابری کی بنیاد پر ہو۔ "ہم یہ چاہتے ہیں کہ سارے بنی آدم ایک جیسے ہو جائیں اور ان میں کوئی اونچ نیچ نہ رہے۔"

اپریل 1964ء جکارتہ

انڈونیشیائی کانفرنس سے خطاب

بھٹو نے کہا سوشلزم ایک اقتصادی طریقہ ہے بالکل اسی طرح جیسے پارلیمانی نظام

www.bhutto.org

ایک سیاسی طریقہ ہے۔" انہوں نے کہا کہ "اسلام انسانی اخوت کی تبلیغ کرتا ہے اور اس لحاظ سے یہ سوشلزم سے متصادم نہیں تاہم اتنی وضاحت ضرور کروں گا کہ جب میں سوشلزم کا ذکر کرتا ہوں تو اس سے میری مراد کمیونزم ہرگز نہیں ہوتی کیونکہ کمیونزم اسلام سے بالکل علیحدہ اور مختلف نظریہ ہے جب کہ اسلامی سوشلزم کے لفظی معانی اسلامی مساوات ہے۔" انہوں نے کہا "موجودہ اقتصادی نظام ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے اور اسے ختم کیے بغیر غریب عوام کی بہبود اور کسی ملک کی خوشحالی ممکن نہیں ہے۔ جب تک غربت و افلاس کا خاتمہ نہیں کیا جاتا حکومت کی تبدیلی یا کسی نئے آئین کا نفاذ عوام کے مصائب دور کرنے میں قطعاً" ممد و معاون ثابت نہیں ہو سکتا۔" بھٹو نے سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کی مخالفت میں کہا "ہم تین بنیادی اصولوں پر یقین رکھتے ہیں۔ "اسلام' جمہوریت اور معاشرتی انصاف" ہم سرمایہ داروں سے قطعاً" مرعوب نہیں ہوں گے اور اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ انہوں نے کہا "اسلام معاشرتی انصاف کا ضامن ہے اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ہمیں یہی سبق دیا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے ہر چہ باد آباد کہتے ہوئے بھرپور جدوجہد جاری رہے گی جب تک کہ غربت و افلاس کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔"

10 جنوری 1970ء راولپنڈی میں خطاب

بھٹو اسلامی سوشلزم کے تصور کو ہمیشہ بحوالہ قرآن و سنت اور اپنے قابل قدر قائدین مثلاً ڈاکٹر علامہ اقبال۔ قائداعظم اور لیاقت علی خان بیان کرتے تھے بھٹو نے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ "سوشلزم ایک بیرونی نظریہ ہے اور اسلامی سوشلزم ایک ایسا تصور ہے جس میں اسلامی مساوات کے اصولوں پر سیاسی' اقتصادی اور سماجی نظام کی ترتیب عمل میں آئے گی۔ اس نظام زندگی کا کوئی ضابطہ اور کوئی قانون اسلام کے پیش کردہ ضابطہ حیات کے منافی نہیں ہو گا۔ میرا یہ ایمان ہے کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس میں اقتصادی' جمہوری' اخلاقی اور سماجی زندگی کا واضح تصور پیش کیا گیا ہے اسلام ہمارا دین ہے اور ہم کوئی بھی ایسا نظام نافذ کرنے کے حق میں

www.bhutto.org

نہیں ہیں جو دین کے قوانین سے متصادم ہو۔ میں یہ وضاحت کر دوں کہ اسلامی سوشلزم سے میری مراد اسلامی مساوات ہے۔"

شہریوں کے بنیادی حقوق، ضمیر کی آزادی، کچھ کہنے کچھ سننے کی آزادی، پریس کی آزادی اور اجتماعات کے انعقاد کی آزادی ذوالفقار علی بھٹو کے دیئے گئے منشور کی بنیادی شرائط ہیں۔

www.bhutto.org

شاہی مسجد میں جمعہ کے موقع پر امیر کویت شیخ صباح السلام الصباح، جناب شاہ فیصل سعودی عربیہ

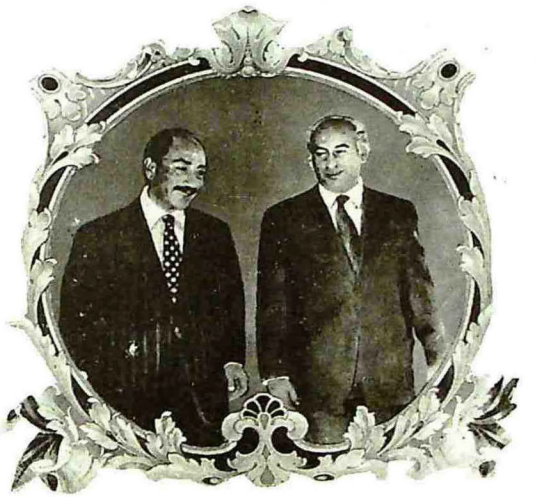

www.bhutto.org

جمہوریت ہماری سیاست

جمہوریت کے معنی ہیں اکثریت کی رائے سے چنی ہوئی حکومت اور سیاست۔ اور سیاستدان وہ نمائندہ جماعت اور افراد ہوتے ہیں جنہیں عوام اپنی مرضی سے رائے دے کر مسند اقتدار پر بٹھا دیتے ہیں بلکہ باالفاظ دیگر اپنے ملک اور افراد کی قسمتوں کے فیصلے کرنے کا حق اس جماعت اور حکومت کو دے دیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی ملک میں جمہوریت حقوق انسانی کی محافظ ہوتی ہے۔ مگر کسی قوم کو صرف حق رائے دہی دینے اور پھر ان کی مرضی کی حکومت قائم کرنے سے وہاں سیاسی آزادی اور برائے نام جمہوریت تو آ سکتی ہے مگر یہ ایک گہرا فلسفہ ہے کہ دنیا کا کوئی فرد یا قوم اس وقت تک صحیح معنوں میں آزاد نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ معاشی طور پر آزاد نہ ہو اور بھٹو اسی آزادی کے علمبردار تھے۔ وہ نوآبادیاتی نظام کی بجائے ایک نیا بین الاقوامی اقتصادی نظام چاہتے تھے جس میں کوئی قوم یا ملک کسی دوسرے ملک کا معاشی طور پر محتاج نہ ہو وہ دولت کی مساوی تقسیم کے ساتھ ساتھ معاشی آزادی کا پرچار کرتے تھے تاکہ عوام کے فیصلے سے چنی گئی نمائندہ حکومت اپنی ملک و قوم کی قسمت کے فیصلے خود کر سکے نہ کہ دوسری طاقتوں کے زیر اثر رہے۔

بھٹو نے برطانوی طرز کے نظام جمہوریت کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ "یہ نظام ہمارے لیے موزوں نہیں کیونکہ اس نظام کے تحت مزدوروں، کسانوں جو ملک کی بھاری

اکثریت ہیں کو کاروبار مملکت میں حصہ دار نہیں بنایا جاتا وہ چاہتے تھے کہ عوام متحد ہو کر سرمایہ دارانہ نظام کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیں۔ بھٹو عوام کی خدمت اور اعلیٰ سیاست پر یقین رکھتے تھے۔

بھٹو نے کہا "میں ایسی جمہوریت چاہتا ہوں جس میں ایک عام شہری مجھے پکڑ سکے۔ اگر اسے میری پالیسی پسند نہ ہو تو بلا خطر کہہ سکے۔ تم جہنم میں جاؤ میں تمہیں پسند نہیں کرتا۔"

وہ اپنے دوست دشمن۔ مخالف ہر کسی کے لیے Open door پالیسی کے حامی تھے ہر وقت مذاکرات کے لیے تیار۔ کسی ملک کے سربراہ مملکت کے لیے عوام کی کچہری لگانا ان کے اس نظریے کی بنیاد تھی کہ سربراہ مملکت درحقیقت عوام کا نمائندہ ہوتا ہے اور اسے عوام کے مسائل حل کرنے کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔

ذوالفقار علی بھٹو نے بادشاہت۔ فرعونیت۔ یہودیوں کے مذہبی پیشواؤں کی حکومت۔ عرب کا سرداری نظام۔ وراثتی نظام حکومت یا کالوں پر گوروں کی حکومت یا مزارعوں پر جاگیرداروں کی حکومت کے ہر نظام کو مسترد کر دیا اور مساوات محمدی کے نظام کو قائم کرنے کا بیڑہ اٹھایا کیونکہ جمہوریت ہی اسلام کی روح ہے۔ قرآن حکیم میں نمائندگی کے اصول کے لیے واضح اشارہ موجود ہے یعنی "تم میں سے تم پر جنہیں اختیار دیا گیا ہو" یعنی نمائندہ حکومت کا حکم مانو اس طرح اسلام نے براہ راست اس جمہوریت کی بنیاد رکھی جس نظریے کی بھٹو نے حمایت کی۔

بھٹو کسی حد تک ملکی معاملات چلانے کے لیے ہر سطح پر اقلیت کو بھی نمائندگی دینے کے حق میں ہے کیونکہ ان کے مطابق اقلیتوں کو احساس تحفظ دینا چاہیے۔ حکومت کو چاہیے کہ اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ سلوک کرے۔ ایک مطمئن اقلیت

www.bhutto.org

پوری دلجمعی کے ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں اور ملکی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکتی ہے۔ جمہوری سیاست کا ایک سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حکومت اور حکمرانوں کا محاسبہ اور مواخذہ یعنی جوابدہی کا عمل عوام کے ذریعے خود بخود عمل میں آ جاتا ہے کیونکہ اگر کوئی عوامی نمائندہ ان کی توقعات پر پورا نہیں اترتا تو اگلے انتخابات میں عوام خود ہی اس کا احتساب کر لیتے ہیں۔

www.bhutto.org

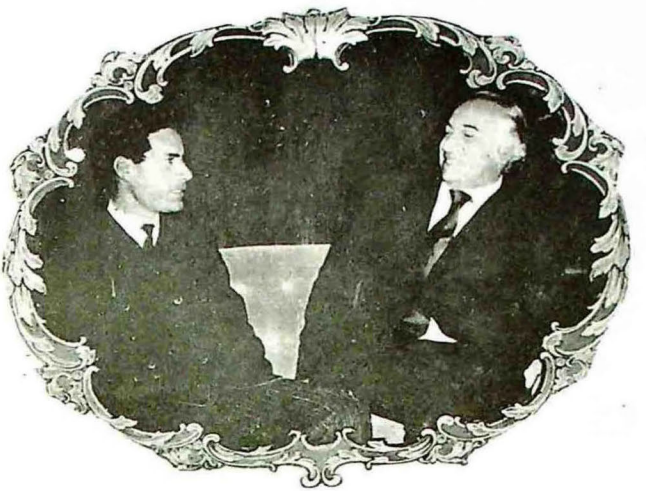

جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم پاکستان۔ جناب کرنل معمر القذافی صدر جمہوریہ لیبیا

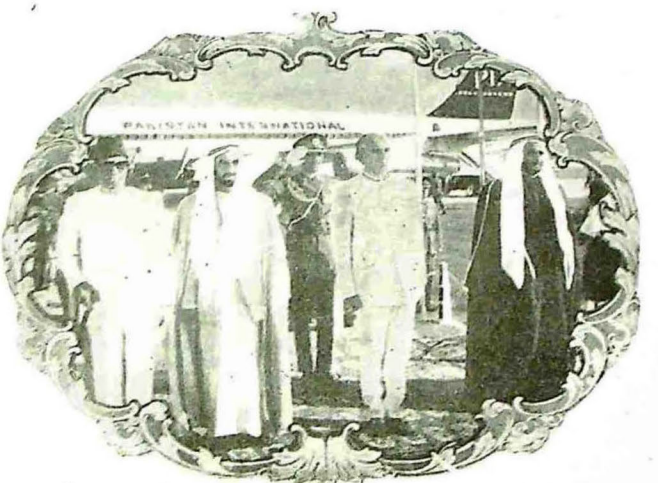

جناب شیخ زید بن سلطان صدر متحدہ عرب امارات' جناب ذوالفقار علی بھٹو' جناب شیخ رشید بن سعید المخدوم امیر دوبئی

www.bhutto.org

طاقت کا سرچشمہ عوام

کرنل محمد قذافی کے نام ذوالفقار علی بھٹو کے ایک خط سے یہ اقتباس یہ واضح کرتا ہے کہ بھٹو کی نظر میں عوام کے معنی کیا تھے اور عوامی طاقت سے کیا مراد تھی؟ وہ اس خط میں لکھتے ہیں۔

"میں ایک بڑی سماجی تبدیلی کے لیے محنت کش طبقے کو منظم کرنا چاہتا تھا اور یہ بھی چاہتا تھا کہ طبقاتی جنگ شدت اختیار نہ کرے تاکہ ملک میں خانہ جنگی پیدا نہ ہو۔ یہی میری غلطی تھی۔ خانہ جنگی کے خطرے سے ڈر کر میں نے محنت کش طبقے کو منظم کرنے میں دیر کر دی آج اگر محنت کش طبقہ منظم ہوتا تو سڑکوں پر ذوالفقار علی بھٹو کی رہائی کے لیے مسلح جنگ ہو رہی ہوتی لیکن مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے محنت کش طبقے کو زبان دے دی اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں عوام کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہوں گا۔"

بھٹو کا کہنا تھا "میں نے آج تک سوائے عوام کے کسی سے محبت نہیں کی اسی لیے میں سمجھتا ہوں کہ "طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں" اور یہ میرا غیر فانی اعتقاد ہے۔" اس طاقت کے سرچشمے کا مقصد یہ تھا کہ ان افراد کی قدر کی جائے جو درحقیقت پیداواری قوتیں ہیں۔

بھٹو نے بار بار اسی عوامی طاقت کا ذکر کیا ہے جو لاوے کی طرح پھٹ پڑنے کو تیار ہے بشرطیکہ کوئی انہیں راہ دکھانے والا ہو۔ بھٹو یہ بھی چاہتے تھے کہ یہ لاوا پھٹنے کی بجائے کسی صحیح سمت میں بہہ نکلے تو اس طاقت سے ان کا وہ مشن پورا ہو سکتا تھا جس کا خواب وہ دیکھتے تھے کہ غریب عوام کی طاقت نے استحصالی قوتوں کو نیست و نابود کر دیا اور دنیا امن اور مساوات کا گہوارہ بن گئی۔

قرآن و سنت کی تعلیم اور دنیا کی تاریخ کا یہ فیصلہ لوح قلم پر محفوظ ہے کہ "زبان

www.bhutto.org

خلق کو نقارۂ خدا سمجھو" کیونکہ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ بھٹو نے 29 دسمبر1971ء کو ایک تقریر میں کہا "میں اپنے عوام کے سامنے جوابدہ ہوں جو کہ اقتدار اور طاقت کا سرچشمہ ہیں۔ میں عوام کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ میں ایسے قانون کی عملداری کروں گا جس میں صدر مملکت اور عام شہری تک سب قانون کی نظر میں یکساں ہوں گے۔"

"قومی احیاء کی بنیاد چند افراد کی حکومت پر مبنی نہیں ہونی چاہیے جو ریت کا عمل ثابت ہو بلکہ اس کی بنیاد ایسی حکومت پر ہونی چاہیے جس میں خود عوام شریک ہوں۔"

"21 ستمبر1973ء خطاب"

"ملک کی طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں اور حکومت میں انہیں شریک کئے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ ملک اس لیے کمزور ہوتے ہیں کہ عوام کو ان کے حقوق نہیں دیئے جاتے اور جمہوری ادارے تباہ کر دیئے جاتے ہیں تاکہ عوام کی آواز کوئی نہ سن سکے۔"

23 مارچ 1972ء پریس کانفرنس

بھٹو عوام کی طاقت کو ایٹم بم سے بھی زیادہ طاقت ور سمجھتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ شاید ہر طوفان کو روکا جا سکتا ہے لیکن اگر عوامی طوفان بپھر جائے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔

بقول بھٹو "میں نے غریب لوگوں کے دلوں میں اتنی گہری جگہ حاصل کر لی ہے کہ یہ بات دوسروں کی سمجھ میں آنے والی نہیں۔ ہر گھر اور بارش میں ٹپکنے والی ہر چھت کے نیچے میرا ذکر ہوتا ہے۔ اس سرزمین کے ہر دکھ سکھ سے میرا تعلق ہے۔ لوگوں کے ساتھ میرا ایسا دائمی رشتہ ہے جسے دنیا کی کوئی بھی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔

www.bhutto.org

روٹی، کپڑا اور مکان

بھٹو نے اپنی تصنیف "اگر مجھے قتل کر دیا گیا" میں لکھا ہے کہ "ہر وہ کوٹھڑی جس کی چھت ٹپکے گی اس میں بھٹو کا نام لیوا ضرور ہو گا۔" ان کے نزدیک عوام ایک ایسی طاقت ہیں کہ جو اگر متحد ہو جائیں تو بہتے دریاؤں کا رخ موڑ دیں مگر ان کو متحد کرنے کے لیے سب سے پہلے انہیں روٹی، کپڑا اور مکان (یعنی معاشی دباؤ) کے چکر سے نکالنا ضروری ہے کیونکہ فکر معاش انسان کی تمام تر ذہنی اور تخلیقی صلاحیتوں پر حاوی ہو جاتا ہے۔ غریب عوام اپنے استحصال کے خلاف آواز اسی صورت میں بلند کر سکتے ہیں جب انہیں اپنی معاشی استحصالی کا احساس ہو گا اور جب ان کی خودی بیدار ہو گی، جب ان میں سیاسی شعور جاگے گا۔ اور یہ سب کچھ کرنے کا مشن بھٹو نے اپنے ذمے لیا۔ دنیا میں ایک ایسا انقلاب بپا کرنے کا بیڑہ اٹھایا جس سے تمام حاکم استحصالی قوتیں خوفزدہ ہو گئیں اور انہوں نے سوچا کہ ہر اس شخص کو صفحہ ہستی سے ہی مٹا دیا جائے جو ان کے خلاف علم بغاوت بلند کرے۔ جو غریب کو غریب اور مظلوم کو مظلوم ہونے کا احساس دلائے اور انہیں متحد کر کے ان کے ہاتھ میں ایسی قوت دے دے کہ وہ ہر ظالم سے ظلم کا حساب مانگنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔

اسی روٹی کپڑا اور مکان کے وعدے کو انہوں نے پورا کرنے کے لیے بے اندازہ مکانات تعمیر کروا کر غرباء میں برائے نام قیمت پر یا مفت تقسیم کیے۔ روٹی پلانٹ لگائے جہاں سے بہترین کوالٹی کی روٹی انتہائی سستے داموں دستیاب تھی اور روزمرہ کی اشیائے صرف مثلاً گندم، چاول، چینی کو قومی تحویل میں لے کر سستے داموں عوام کو پہنچانے کے لیے ہر گلی محلے میں ڈپو مقرر کیے۔ ملک بھر میں اشیائے صرف کی قیمتیں مقرر

www.bhutto.org

ہوئیں۔ کپڑے کی مختلف ملوں سے تھانوں کے تھان گورنمنٹ ریٹ پر خرید کر غریبوں اور یتیموں اور بیواؤں کے تن ڈھانپنے کا سامان کیا بھٹو نے عملی طور پر وہ سب کچھ کیا جس کا کہ انہوں نے اپنے منشور میں ذکر کیا تھا مگر مخالف قوتیں یہ سب کیسے برداشت کر سکتی تھیں کہ کل کے مزدور آج ملوں میں حصہ دار بن جائیں یا بے گھروں کو سر چھپانے کے لیے چھت نصیب ہو جائے یہ سب دیکھ کر انہیں اپنے قدموں تلے سے وہ تخت کھسکتا ہوا نظر آ رہا تھا جس کے تلے مظلوموں کے مردہ تن دفن تھے ان قوتوں نے ایک بار پھر مجتمع ہو کر غریب کی گردن پر چھری پھیرنے کی کوشش کی ان کے تن سے کپڑا اور منہ سے نوالہ نوچ لیا تاکہ وہ دوبارہ بے حسی کے اندھے کنویں میں الٹے لٹک جائیں مگر جو روشنی ان کے ذہنوں کو منور کر گئی تھی جو قوت ان کی زبانوں کو مل گئی تھی جو ہوش اور جوش بھٹو نے انہیں دیا تھا وہ حوصلہ وہ ولولہ غریب سے کوئی نہیں چھین سکا اور نہ ہی اب کبھی ایسا ہو گا کیونکہ

؎ اتنا ہی یہ ابھریں گے جتنا کہ دبا دیں گے

کے مصداق اب شاید وہ وقت دور نہیں جسے بھٹو کی دور رس نگاہیں دیکھ رہی تھیں جبکہ انسان صرف اپنی محنت کی کمائی کھائے گا دوسروں کے سروں پر راج کرنے والے مزدوروں کی طرح محنت و مشقت کریں گے جب چند افراد کے مفاد کی خاطر کروڑوں عوام کا استحصال نہیں ہو گا۔

بھٹو نے اپنے اس نظریے کو عملی صورت دینے کے لیے چند ایسی تجاویز پیش کیں جن سے واقعی مزدوروں اور غریبوں کی بنیادی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں مثلاً تمام کارخانہ دار مزدوروں کے لیے مل کی حدود میں سستے مکانات تعمیر کریں جس سے نہ صرف رہائش کا مسئلہ بلکہ ٹرانسپورٹ کا مسئلہ بھی کسی حد تک حل ہو جاتا ہے بڑے بڑے زمینداروں اور جاگیرداروں پر بھی یہ ذمہ داری ہو کہ وہ اپنے مزارعین کے لیے مکان۔ خوراک اور ان کے بچوں کی تعلیم فراہم کریں۔ اسی طرح غریب عوام کی ضروریات پوری کرنے کے لیے یوٹیلیٹی سٹورز یا سستے کپڑے کے ڈپو کھولے

www.bhutto.org

جائیں جہاں معقول نرخوں پر کپڑے کی فراہمی ہو ایسے کارخانے جن میں بیس سے زائد افراد ملازم ہوں وہاں کارخانہ دار ہر مزدور کو خوراک اور کپڑے گورنمنٹ کے مقرر کردہ سستے نرخوں پر فراہم کرنے کا پابند ہو۔

اشیائے صرف کی قیمتیں مقرر ہونی چاہئیں اور ان میں حکومت کی اجازت کے بغیر کسی قسم کا اضافہ نہیں ہونا چاہیے۔

www.bhutto.org

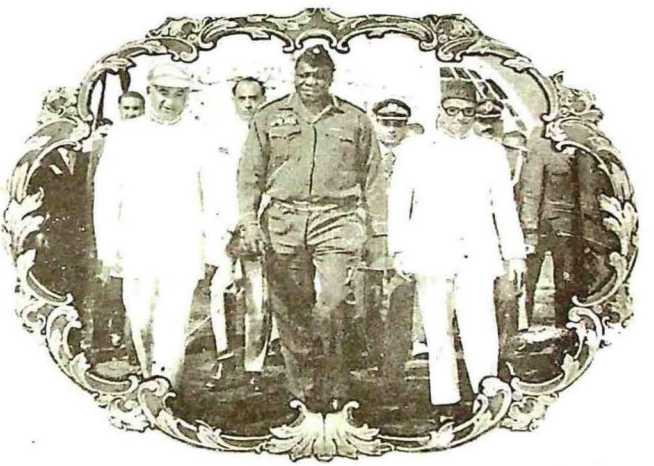

جنرل ٹکا خان، ذوالفقار علی بھٹو، جناب میجر جنرل محمد سید بارلی صدر جمہوریہ سمالیہ

جناب فضل الٰہی چودھری صدر پاکستان ۔ جناب عدی امین صدر جمہوریہ یوگنڈا ۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو
وزیر اعظم پاکستان

www.bhutto.org

فکر اور عمل

آج تک جتنے بھی فلاسفر دنیا میں پیدا ہوئے ہیں اور خصوصی طور پر وہ فلاسفر جن کے نظریات کا سیاست کی دنیا پر راج تھا اور ہے وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کوئی بھی فلسفہ یا نظریہ جسے وہ پیش کر رہے ہیں اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس طاقت کا نام ہے اقتدار سو بھٹو نے بھی اپنے نظریات کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر جمہوری عمل کے ذریعے اقتدار میں آنا ضروری سمجھا اور اپنی طاقت کے سرچشمے عوام اور ان کی رائے سے وہ ان کے مسائل کا حل ڈھونڈنے کے لیے ان کی نمائندہ حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ یوں ان کے ہاتھ ایک ایسا نادر موقع آیا جو دنیا میں شاید کسی فلاسفر کو نصیب نہیں کیونکہ فلاسفر صرف فلاسفر ہی رہتا ہے اور سیاستدان اس فلسفے پر عمل کرتا ہے مگر بھٹو میں یہ دونوں خوبیاں بھی تھیں اور قدرت نے انہیں موقع بھی فراہم کیا تاکہ وہ اپنے نظریات کو عملی جامعہ پہنا سکیں یہ الگ بات ہے کہ "ہر عروج رازوال" کے مصداق ان کی سیاست کا سورج جلدی سے غروب ہو گیا مگر اس مختصر عرصے میں انہوں نے جس انداز سے اپنی فکر کو عملی شکل دی اس کا مختصر سا جائزہ پیش ہے۔

بھٹو نے کہا "میں اپنے مخصوص اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے ملک میں اصلاحات نافذ کروں گا۔ یہ اصلاحات ویسی ہوں گی جن پر کسی پارٹی کو اعتراض نہ ہو گا۔ مشرق و مغرب میں عوامی بھلائی کے لیے جو اصلاحات ضروری سمجھی جاتی ہیں پاکستان میں بھی ایسی ہی اصلاحات نافذ کی جائیں گی۔ میں عوام کا نمائندہ ہوں اور اس حیثیت سے

www.bhutto.org

قوم کو وعدہ دے رہا ہوں۔ میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں پیدا شدہ خرابیوں کو دور کر دوں گا تاکہ اجتماعی قومی زندگی کے دھارے کا رخ متعین ہو سکے۔ اپنے اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے مجھے عوام اور مختلف شعبوں سے متعلق افراد کے تعاون اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔"

29 دسمبر 1971ء یونیورسٹی کیمپس میں خطاب

www.bhutto.org

جدت فکر

1947ء میں جب مسلم لیگ نے راست اقدام کا فیصلہ کیا تو ان دنوں ذوالفقار علی بھٹو بمبئی کے انفسٹی کالج میں زیر تعلیم تھا۔ کالج کے پرنسپل کا بیٹا ذوالفقار علی بھٹو کا ہم جماعت تھا۔ قائداعظم نے نوجوانوں کو شامل کرنے کے لیے طلباء کے وفد کو ملاقات کے لیے بلایا۔ ذوالفقار علی بھٹو بھی اس وفد میں شامل تھے۔ قائداعظم نے کہا کہ کوئی ایسی ترکیب اختیار کی جائے کہ نوجوانوں کی تحریک انتظامیہ کی رکاوٹوں سے متاثر نہ ہو اور نوجوان اس میں شامل ہو جائیں۔ ذوالفقار علی بھٹو نے کہا "سر انفسٹی کالج میں ہڑتال کرواتے ہیں۔ پرنسپل کا بیٹا میرا دوست ہے اسے اپنے ساتھ ہڑتال میں شامل کر لیتے ہیں یوں کالج کی انتظامیہ پولیس کو نہیں بلوائے گی۔ کالج بند کرنا پڑے گا ہڑتال کامیاب رہے گی اور تحریک چل نکلے گی چنانچہ یونہی ہوا۔ انفسٹی کالج بند ہوا تو دوسرے اداروں میں بھی ہڑتال ہو گئی اور تحریک چل نکلی۔

(سٹینلے وولپرٹ کی کتاب زلفی بھٹو آف پاکستان)

مندرجہ بالا واقعے کو لکھنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ بھٹو ہر قسم کی مشکلات سے نکلنے کے لیے نت نئے انداز جانتے تھے اور یہی جدت ان کے ہر نظریے اور عمل میں نظر آتی ہے۔

بھٹو اپنے بارے میں خود کہتے ہیں "میں ایک شاعرانہ انقلابی ہوں۔" یہ بات روز

روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ نہ صرف تخیل میں جدت اپناتے تھے اور فکر کی نزاکت کا خیال رکھتے تھے بلکہ وہ ایک عملی انسان تھے جو انقلاب زمانہ کی راہ ہموار کرتا ہے۔

بھٹو فکر اور عمل دونوں ہی کو لازم سمجھتے تھے وہ صرف بیٹھ کر سوچنے کے عادی نہ تھے بلکہ اپنے نظریات کی خاطر دن رات عملی کوششیں بھی کرتے تھے۔ بھٹو کے نظریے کے مطابق تمام مسائل کا حل غریب آبادی کی اقتصادی حالت بہتر بنانے میں مضمر ہے اور غریبوں کی حالت کو اس وقت تک بہتر نہیں بنایا جا سکتا جب تک کہ اقتصادی نظام میں بنیادی تبدیلیاں نہیں لائی جائیں گی۔ اس اقتصادی ناانصافی کا سبب یہ ہے کہ چند بڑے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے تمام وسائل پر قبضہ کر رکھا ہے ان تمام سرمایہ داروں کو قانوناً اس بات کا پابند کر دیا جائے کہ وہ نجی ملکیت صرف قانونی حد کے مطابق رکھ سکتے ہیں اور باقی تمام وسائل۔ کارخانے۔ بینک۔ صنعتی ادارے قومی تحویل میں لے لیے جائیں اور ان کی آمدنی سے محنت کش طبقے اور غریب عوام کو فائدہ پہنچایا جائے۔ بھٹو نے کہا۔

"اگر میں ابن الوقت ہوتا تو اس طویل اور کٹھن راہ کا انتخاب کرنے کی بجائے لائسنس لے کر فیکٹری کھول لیتا اور یوں آرام دہ اور پرسکون زندگی گزارتا جاگیردار گھرانے میں پیدا ہونا کوئی گناہ نہیں ہے اور جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں اگرچہ ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں مگر میں عوام کی خدمت کا بڑا پرجوش عقیدہ رکھتا ہوں اور تاریخ کے عمیق مطالعے اور سیاسی تجربے نے مجھے اس بات کا قائل کر دیا ہے کہ مصیبت زدہ اور دکھی عوام کی حالت صرف سوشلزم ہی سے سدھر سکتی ہے اور سوشلزم کسی بھی طرح اسلامی اصولوں سے متصادم نہیں بلکہ یہ قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق ہے جو بھائی چارے اور انسان دوستی اور سب کے ساتھ

www.bhutto.org

اقتصادی انصاف کی موید اور علمبردار ہیں' مسٹر بھٹو نے کہا کہ جو لوگ سوشلزم سے خوفزدہ ہیں اور اس کے مخالف ہیں وہ دراصل اپنی دولت کے لیے فکرمند ہیں جسے غریب عوام کے ہاتھوں چھن جانے کا خطرہ ہے اسلام نہ کبھی خطرے میں تھا اور نہ ہو گا البتہ جو چیز درحقیقت معرض خطرہ میں ہے وہ موجودہ نظام ہے۔"

(2 جنوری 1970ء کراچی پریس کلب میں صحافیوں اور دانشوروں سے خطاب)

❁

www.bhutto.org

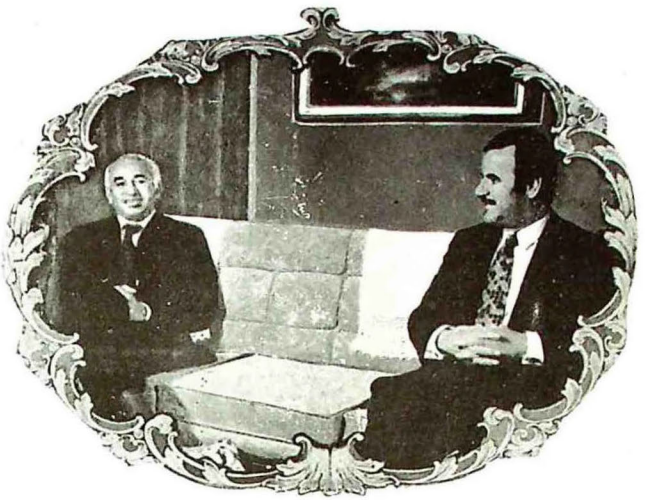

جناب حافظ الاسد صدر عرب جمہوریہ شام اور جناب ذوالفقار علی بھٹو

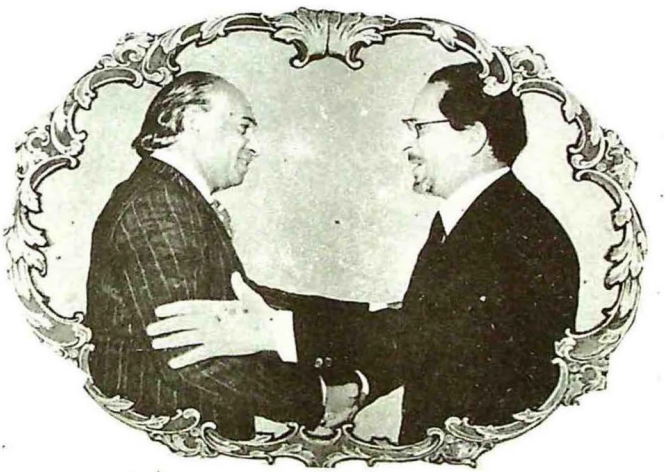

جناب حسن التہامی سیکرٹری جنرل اسلامی سیکرٹریٹ، جناب ذوالفقار علی بھٹو

www.bhutto.org

نظریہ حکومت

بھٹو کی نظر میں طاقت کے چار ستون تھے۔

1- ملٹری

2- بیورو کریسی

3- بڑے تاجر

4- سیاستدان

آیئے اب ہم دیکھیں کہ درحقیقت بھٹو کس قسم کی حکومت چاہتے تھے۔

جناب بھٹو جب وزارت سے سبکدوش کیے گئے اس سے پہلے جنرل ایوب خان کے ساتھ ان کی جو آخری ملاقات ہوئی اس سے چند گزارشات درج ذیل ہیں۔

"میں چند روزہ اقتدار کے لیے اپنے فلسفہ اور خیالات کو قربان نہیں کر سکتا آپ مجھے وزارت سے سبکدوش کر دیں اور مجھے عوام کے پاس جانے کی اجازت دے دیں۔ میں آپ کو صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے عہدوں سے دلچسپی نہیں ہے چونکہ میں بااصول آدمی ہوں اس لیے اپنے خیالات سے انحراف کر کے اور اپنے اصولوں کو پامال کر کے حکومت میں رہنے کو تیار نہیں ہوں۔ میرے خیالات کی وجہ سے لوگ مجھے پسند کرتے ہیں اور میں کسی قیمت پر بھی یہ خیالات قربان نہیں کر سکتا۔

میں رنگ۔ نسل اور علاقائیت پر یقین نہیں رکھتا میں متروک برطانوی فلسفے کو بھی نہیں مانتا جو کسی قوم کی طاقت کا اندازہ رنگ نسل اور مذہب کی بنیاد پر کرتا ہے۔ میری

نظر میں تمام انسان برابر ہیں خواہ وہ افریقی ہوں' چینی یا جاپانی' خواہ پست قامت ویت نامی ہوں یا بلند قامت امریکی۔ یہ میرا فلسفہ حیات ہے۔ اگر آپ مجھے تباہ کرنا چاہتے ہیں اور قبر تک میرا پیچھا کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم سب وہیں جائیں گے۔"

بھٹو کے فلسفے کے مطابق سربراہ مملکت کو پارٹی سیاست سے بالاتر رہنا چاہیے کسی سیاسی جماعت کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کرنی چاہیے اور تمام سیاسی جماعتوں کے تعاون اور مشورے کو اہمیت دینی چاہیے۔ حکومت بنانے کا حق اکثریتی جماعت کو ہونا چاہیے۔

بھٹو وفاقی پارلیمانی نظام حکومت کے حامی تھے اور وزیراعظم کو چیف ایگزیکٹیو کے اختیارات دینا چاہتے تھے۔ وزیراعظم کا انتخاب بھی قومی اسمبلی کے ارکان میں سے ہی ہونا چاہیے اور پھر وزیراعظم اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ لے۔ ملک میں قومی پارلیمنٹ ہو جس کے دو ایوان ہوں ایوان زیریں کو قومی اسمبلی اور ایوان بالا کو سینٹ کہا جائے۔

بھٹو مارشل لاء یا فوجی حکمرانوں کے سخت مخالف تھے ان کی نظر میں فوج کا کام سرحدوں کی حفاظت کرنا تھا اور ایک مضبوط دفاع ملک کی سلامتی کے لیے انتہائی اہم تھا مگر فوج کا شراکت اقتدار انہیں سخت ناپسند تھا وہ چاہتے تھے کہ فوجی حکومت سویلین حکومت کے تابع رہے اور فوج کا کمانڈر سربراہ مملکت کا احترام ملحوظ خاطر رکھے فوج کی حکومت چونکہ آئین کو معطل کر کے قائم کی جاتی ہے دوسرے اسے قومی رائے کی کوئی حمایت حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی سربراہ افواج سربراہ مملکت بننے کی تمام خصوصیات پر پورا اتر سکتا ہے بلکہ فوجی حکومت یا بغاوت کی صورت میں فوج کا سربراہ رائے عامہ سے نہیں بلکہ خود بخود ملک کا سربراہ بن جاتا ہے اس لیے امور مملکت میں عوام کی عدم دلچسپی حب الوطنی کی بجائے انفرادی سوچ یا Individualism کو جنم دیتی ہے جس کی

www.bhutto.org

وجہ سے قوم چھوٹے گروہوں' مذہبی فرقہ واریت' لسانی جھگڑوں' لاقانونیت اور اسی طرح کے متعدی امراض کا شکار ہو جاتی ہے اور دشمن سر اٹھانے لگتے ہیں۔ معاشی حالات غیر مستحکم ہو جاتے ہیں کوئی بھی اندرونی یا بیرونی پارٹیاں Investments روک دیتی ہیں کیونکہ ملک میں ایک غیر یقینی کی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے بیرون ملک' ملک کی ساکھ کو نقصان پہنچتا ہے اور قوم کے عزت و وقار میں کمی آ جاتی ہے کسی ملک میں فوجی حکومت کا قیام یہ ثابت کرتا ہے کہ یہاں کے سویلین یا شہری آزادی رائے کا شعور ہی نہیں رکھتے۔

بیورو کریسی ایک طاقت ضرور ہے مگر فوج اور پولیس کی طرح انتظامیہ کو بھی سیاست کی بجائے انتظامی امور پر توجہ دینی چاہیے اور ان پراجیکٹس پر کام کرنا چاہیے جس کے لیے انہیں اختیار دیا گیا ہو۔ کیونکہ بیورو کریٹس یا Technocrates کسی ماہر ڈاکٹر کی طرح ایک بیماری کا علاج تو توجہ سے کر سکتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ تمام امراض کو بخوبی Diagnose کر سکیں۔

بڑے تاجر جب عوامی حکومت پر حاوی ہو جاتے ہیں تو وہی دو طبقاتی نظام جنم لیتا ہے جس میں ایک طبقہ امیر سے امیر تر اور دوسرا غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ ساہوکار بنیوں کی طرح غریب کو سود در سود قرضوں میں پھنسا کر اپنی دولت دن دوگنی رات چوگنی کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور غریب مزدور کو فکر معاش ہی سر اٹھانے کی فرصت نہیں دیتی۔

سیاستدان وہ واحد طبقہ ہے جنہیں ہم عوامی نمائندہ کہہ سکتے ہیں اور جو عوامی رائے سے منتخب ہو کر ایوانوں میں پہنچتے ہیں تاکہ وہ عوام کے مسائل بہتر طریقے سے حل کر سکیں۔ اور اب تو ہر فرد کو اتنی Awareness آ گئی ہے کہ وہ عوامی نمائندے جن کا یا تو کردار درست نہیں ہوتا یا پھر وہ ایوانوں میں پہنچ کر عوامی رائے کا احترام

www.bhutto.org

نہیں کرتے اور عوام کے مسائل حل نہیں کرتے عوام انہیں مسترد کر دیتی ہے اور یہی جمہوریت کی بنیاد ہے یہی وہ سوچ ہے جس کو ابھارنے کے لیے بھٹو سیاست کو ڈرائنگ روموں سے نکال کر گلیوں میں لے آئے تھے۔ یہی بھٹو کی کامیابی ہے۔

بھٹو کی نظر میں حکومت صرف ایسے افراد کے ہاتھ میں ہونی چاہیے جو خوف خدا رکھتے ہوں۔ بے غرض ہوں اور عوام کے حقوق و مفادات کی حفاظت کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

www.bhutto.org

سیاسی نظریات

بھٹو ایک مفکر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک باشعور اور حوصلہ مند سیاستدان بھی تھے ان کے مطابق اکثریت کی رائے بہت اہمیت رکھتی تھی ان کے خیال میں عقل و دانش صرف امراء کی جاگیر نہ تھی بلکہ وہ اکثریت کے فیصلے کو مقدم سمجھتے تھے۔ ان کے خیال میں فیصلے یا تو اتفاق رائے سے یا اکثریت کے نقطہ نظر کے مطابق ہونے چاہئیں کیونکہ دباؤ میں آکر کیے ہوئے فیصلے اکثر درست اور دیرپا ثابت نہیں ہوتے۔

بھٹو کے نظریے کے مطابق پارلیمانی نظام صدارتی نظام سے بہتر ہے کیونکہ پارلیمانی نظام میں صدر اور پارلیمنٹ کو منتخب کیا جاتا ہے جبکہ صدارتی نظام میں صدر وزیراعظم اور کابینہ کا انتخاب کرتا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ کسی ملک کا منتخب اور عوام میں مقبول رہنما ہمیشہ اپنے بانیوں اور بزرگوں کا احترام کرتا ہے ورنہ اس کی مقبولیت کا بت دھڑام سے نیچے آگرے گا۔

بھٹو اقتدار میں امیر اور غریب سب کو برابر کا شریک کرنا چاہتے تھے ان کی بنیاد اہلیت ہونی چاہیے تھی۔ انہوں نے سیاست کو ڈرائنگ روم اور مسجدوں سے نکال کر گلیوں اور محلوں میں پھیلا دیا۔

صحافت کے حوالے سے اخبارات اور آزادی رائے کے قائل تھے وہ خود بھی صحافیوں اور دانش وروں کے قدر دان تھے اور انہیں جمہوری عمل کو مضبوط کرنے میں اہم کردار تصور کرتے تھے۔

ذوالفقار علی بھٹو بیورو کریٹس کی رائے پر ہمیشہ سیاستدانوں کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔

www.bhutto.org

بھٹو کو بیوروکریسی کی حکومت کے منفی اثرات کا پوری طرح علم تھا اسی لیے 20- اگست 1973ء کی تقریر میں بھٹو نے کہا "کسی ادارے نے ہماری زندگی کے معیار کو اس قدر پست نہیں کیا جتنا کہ نوکر شاہی نے کیا ہے۔ اس طبقے میں امارت پرستی اور گھمنڈ کی کوئی حد نہیں۔ یہ طبقہ عوام سے بالکل الگ تھلگ ہے یہ نظام ہمارے نظریہ مساوات سے ہم آہنگ نہیں لہٰذا اسے فوری طور پر ختم ہو جانا چاہیے۔ یہ نظام بدعنوانی اور نااہلی کو جنم دیتا ہے۔"

ایک اور تقریر میں بھی بھٹو نے اسی قسم کے خیالات کا تذکرہ کیا۔ "ہمیں ایسی بیوروکریسی کی ضرورت نہیں جو نوآبادیاتی نظام کی روایات اور نظریات کے سائے میں پلی اور بڑھی ہو۔ سماجی اور اقتصادی اصلاحات کا عزم رکھنے والی جمہوری حکومت کے تقاضے اور ضرورتیں نوآبادیاتی یا مطلق العنان انتظامیہ کے تقاضوں اور ضرورتوں سے مختلف ہوتے ہیں۔"

20 دسمبر 1971ء خطاب

سیاست اور جنگ کے بارے میں بھٹو نے کہا "ایک سیاسی فتح ایک جنگی فتح کے مقابلے میں ہمیشہ عظیم تر ہوتی ہے۔ جنگی فتوحات آتی جاتی رہتی ہیں لیکن ایک سیاسی فیصلہ ہی جو انصاف پر مبنی ہو دیرپا فیصلہ ہوتا ہے۔"

بھٹو سیاست میں براہ راست تصادم کی پالیسی سے گریز کرتے تھے اور بلا وجہ خون بہانا بھی ان کے نزدیک گناہ عظیم تھا۔ اسی لیے جب کبھی بھی ان کی سوچ یا تقریر و تحریر کو روکنے کی کوشش کی گئی تو وہ وہاں سے احتجاج کیے بغیر خاموشی سے ہٹ گئے اور کوئی متبادل راستہ اختیار کر لیا۔ جن دنوں بھٹو پر مقدمہ چل رہا تھا تو بہت سی ملکی اور غیر ملکی تنظیموں نے احتجاج، ہنگاموں اور گوریلا ایکشن کی ترغیبیں دیں مگر بھٹو نے بلاوجہ یا صرف اپنی ذات کی خاطر خون ناحق بہانا پسند نہ کیا اور.....

بھٹو سیاست میں دو طرفہ تعلقات کے حامی تھے ان کے خیال میں چھوٹی طاقتوں کو سپر طاقتوں کا جزو نہیں بننا چاہیے بلکہ انہیں اپنی انفرادیت قائم رکھنی چاہیے اور صرف

www.bhutto.org

ایک سپر طاقت کا ساتھ دینے کی بجائے سب کے ساتھ بہتر تعلقات قائم رکھنے چاہئیں تاکہ وہ کسی کے دباؤ میں نہ آئیں۔

بھٹو نے کہا "عوام سے میرا رابطہ ہر وقت اور ہمیشہ قائم رہے گا میں دیوان خانوں کی سیاست کا قائل نہیں۔ آمریت کا مقابلہ پیسے سے نہیں جذبوں سے کیا جاتا ہے انسان ہونے کے ناطے اگر مجھ سے کوئی خطا ہوئی تو میں عوام سے معافی مانگوں گا اپنی خطا تسلیم کروں گا اور عوام جو فیصلہ دیں گے اسے قبول کروں گا۔"

(25 جنوری 1970ء ایک جلسہ عام سے خطاب)

www.bhutto.org

(دائیں سے بائیں) قائدعوام جناب ذوالفقارعلی بھٹو وزیراعظم پاکستان' جناب یاسرعرفات امیر کویت'
شیخ صباح السلام الصباح' جناب فضل الٰہی چودھری صدر پاکستان

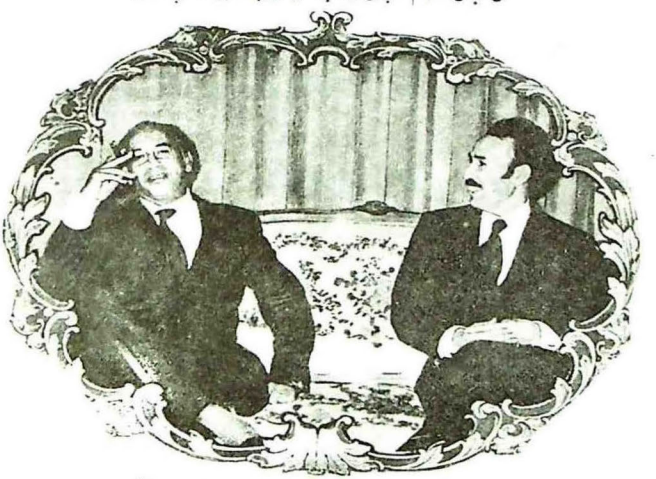

جناب ہواری بومدین صدر جمہوریہ الجزائر۔ جناب ذوالفقارعلی بھٹو وزیراعظم پاکستان

www.bhutto.org

آزاد عدلیہ

بھٹو نے اپنے 1973ء کے دستور میں عدلیہ کو انتظامیہ یا مقننہ سے علیحدہ ایک باوقار اور آزاد ادارہ تسلیم کیا۔ بھٹو نے ججوں کا طریق انتخاب بھی ان کی اہلیت اور میرٹ کی بنیاد پر رکھا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہر جج کسی سیاسی یا انتظامی دباؤ سے بالاتر ہو کر فیصلہ کرنے کا حق رکھتا ہے اور انصاف کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی جج اپنی اہلیت کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو اسے ہٹانے کا حق بھی مقننہ یا انتظامیہ کو نہیں بلکہ اس کے لیے اعلیٰ ججوں پر مشتمل ایک اعلیٰ عدالتی پینل کاروائی کرے اور اکثریت (جج صاحبان) کا فیصلہ قابل قبول سمجھا جائے۔

بھٹو نے عدلیہ کو ایک آزاد باوقار اور بااختیار ادارہ مانا اور بنایا تاکہ عوام کو سستا اور جلد انصاف مہیا ہو سکے اور وہ کسی بھی زیادتی کرنے والے کے خلاف، بلا خوف و ہراس عدالت سے رجوع کر سکیں اور ان کے حقوق محفوظ رہیں۔ کیونکہ جب انصاف مہنگا ہو جاتا ہے تو غریبوں کی پہنچ سے دور ہو جاتا ہے۔ ایسے قانون کی حمایت کی جس میں ملک میں قانون کی حاکمیت کا اصول تسلیم کرتے ہوئے تمام شہریوں کو برابری کی سطح پر قانونی تحفظ فراہم کرنے کی ضمانت دی گئی ہو۔ حکومت کو پابند کیا گیا ہو کہ وہ کسی شہری کے حقوق آزادی۔ شخصی تحفظ۔ عزت و شہرت کے خلاف کوئی اقدام قانونی جواز کے بغیر نہ کرے۔ عدلیہ کو اختیار ہو کہ وہ انتظامیہ کے کسی ایسے فیصلے کو کالعدم قرار دے دے جس کے تحت کسی شہری کے حقوق کو سلب کیا گیا ہو۔ اگر قانون اجازت دیتا ہو تو حکومت کسی فرد کو کسی کام سے منع نہ کر سکے۔ بنیادی حقوق کی نفی کرنے والا کوئی قانون اگر بن بھی جائے تو عدالت عالیہ اسے کالعدم قرار دے سکتی ہو۔

www.bhutto.org

تمام شہریوں کے لیے یکساں قانون ہو۔ عام شہریوں اور سرکاری ملازمین کے لیے یکساں عدالتیں اور قانونی طریقہ کار ہو۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ تھلگ ہونا چاہیے۔ اس نظام کے تحت جج اور پراسیکیوٹر الگ الگ نظام کے تحت کام کریں۔ سستا انصاف مہیا کرنے کے لیے وکیل کو پابند کیا جائے کہ وہ اپنی طے شدہ فیس بھی وکالت نامے پر تحریر کرے اور اگر گرفتاری کے بعد چھ ماہ کے اندر مقدمہ کی سماعت شروع نہ ہو تو ملزم کو ضمانت پر رہائی کا حق حاصل ہو۔

ذوالفقار علی بھٹو نے 16 اپریل 1972ء کو اخبار نویسوں سے بات کرتے ہوئے کہا "کوئی شخص قانون کی زد سے بالاتر نہیں ہے خواہ وہ صدر ہو خواہ ایڈیٹر جمہوریت کا قانون یہی ہے۔"

عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کرنے کا اعلان کرتے ہوئے 12 اپریل 1972ء کو مسٹر بھٹو نے ایک نشری تقریر میں کہا "آج عدلیہ انتظامیہ سے مکمل طور پر آزاد ہو جائے گی۔ اور یہ فیصلہ جب ایک دفعہ نافذ ہو گیا تو اسے تبدیل نہیں کیا جا سکے گا۔ علیحدگی کے اس نظام کے تحت جج اور پراسیکیوٹر الگ الگ نظام کے تحت کام کریں گے۔ ایک مستقل قانونی کمیشن قائم کیا جائے گا جس کا صدر کوئی جج یا اس کے مساوی مرتبہ کا حامل آدمی ہو گا۔"

عدلیہ کی آزادی کی خاطر ججوں کی تقرری کی شرائط اس انداز سے وضع کی جائیں کہ انہیں مکمل آزادی میسر رہے اور فرائض کی انجام دہی کا طریق کار بھی اسی طرح کا ہو جس سے ججوں کی آزادی میں خلل واقع نہ ہو۔ سپریم کورٹ جو کہ ملک کی سب سے بڑی عدالت ہوتی ہے اس کو اختیار ہو کہ وہ پورے ملک کے لیے ہدایات جاری کرے، ڈگریاں لاگو کرے اور فیصلے پر عمل درآمد کا حکم دے۔ ماتحت عدالتوں کے لیے بھی عدالت عالیہ کا حکم آخری فیصلہ کے طور پر قابل قبول ہو۔

www.bhutto.org

تعلیم کے بارے میں نظریات

بھٹو نظام تعلیم میں بنیادی تبدیلی لانا چاہتے تھے ان کے نزدیک تعلیم صرف بچوں کے لیے ہی لازمی نہ تھی بلکہ وہ Mature افراد جو اس علم سے محروم رہ گئے تھے وہ بھی پورا حق رکھتے تھے کہ تعلیم حاصل کریں اور ترقی کی دوڑ میں دوسروں کے ہمقدم ہو کر چلیں۔ ان افراد کو تعلیم دلانے کی خاطر بھٹو نے "تعلیم بالغان" کا پروگرام پہلی بار متعارف کروایا۔ بھٹو کے خیال میں کوئی قوم اس وقت تک صحیح سمت میں ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے بچے بوڑھے تمام افراد زیور تعلیم سے آراستہ نہ ہوں۔

وہ طالب علموں کے سیاست میں حصہ لینے کے مخالف نہ تھے بلکہ ان کے نزدیک یہ وہ پڑھا لکھا طبقہ تھا جسے ملکی اور دنیاوی حالات و معاملات کا زیادہ شعور ہوتا ہے اور وہ چاہتے تھے کہ طالب علموں کو زیادہ سے زیادہ سیاسی شعور ہونا چاہیے انہیں کسی شخص یا پارٹی کے ذاتی اغراض و مقاصد کا آلہ کار نہیں بننا چاہیے بلکہ مستقبل کے معمار بننے کی طرف توجہ دینا چاہیے۔ وہ تعلیم کے فنی پہلو کو بھی نظرانداز نہیں کرتے تھے کیونکہ فنی ماہرین ملکی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کا کام کرتے ہیں۔ اس نظریے کو پروان چڑھانے کے لیے انہوں نے حکومت میں آ کر سکولوں میں فنی تعلیم کے شعبے قائم کروائے۔ بھٹو نے فنی تعلیم کے بارے میں اپنے نظریات پیش کرتے ہوئے کہا۔ "ثانوی تعلیم کے مرحلے پر زیادہ تر فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت دی جائے۔ ترقی کے تقاضوں کے پیش نظر تعلیم و تربیت کا ایسا نظام درکار ہے جس کے ذریعے نئی پود کی توانائیاں بہتر مقاصد کے لیے استعمال کی جا سکیں۔ تعلیم کا مقصد یہ نہیں کہ طلباء عام معلومات پر مبنی درسی

www.bhutto.org

کتابیں رٹ کر امتحان میں کامیابی کی سند حاصل کریں اور اسے وسیلہ معاش سمجھیں۔ تعلیم کا اصل مقصد فرد کو صحیح معنوں میں اس قابل بنانا ہے کہ وہ اپنے علم و ہنر کی بدولت معاشرے کے کام آ سکے۔ اس کی تعلیمی قابلیت اس کی ذات ہی کے لیے ذریعہ روزگار اور سرمایہ افتخار نہ ہو بلکہ قومی تعمیر و ترقی کی جدوجہد میں ایک مفید جزو ثابت ہو۔ اس وقت صرف دفتری کاغذات کی خانہ پری اور الٹ پھیر کرنے والے منشی اور محرر درکار نہیں بلکہ بڑی تعداد میں ایسے دستکار مطلوب ہیں جو اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے ذریعے نہ صرف روزمرہ کی ضروریات کی تکمیل کریں بلکہ بین الاقوامی منڈیوں میں پوری قوم کی سرخروئی اور ناموری کا موجب ہوں۔ ایسے انجینئروں کی ضرورت ہے جو بیراجوں۔ ڈیموں۔ پلوں اور عظیم کارخانوں اور ورکشاپوں کی تعمیر میں قوم کو غیر ملکی ماہروں اور مشیروں کی ناز برداریوں سے بے نیاز کر دیں۔ ایسے زرعی ماہرین تیار کرنے کی حاجت ہے جو سیم اور کٹاؤ سے زرعی زمینوں کا تحفظ کریں۔ جو کیڑوں مکوڑوں اور بیماریوں سے ہماری فصلوں کو بچائیں اور غذائی پیداوار میں اضافہ کے لیے اعلیٰ قسم کے بیج تیار کریں۔ غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں جدید علوم و فنون سے استفادہ کی ضرورت نہ ہو۔ یہ زرعی۔ فنی۔ صنعتی ماہرین خلا سے نہیں آئیں گے بلکہ ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے مراحل ہی سے ایسے لوگ تیار کرنے کا اہتمام کرنا ہو گا۔" بھٹو نے قانوناً نجی شعبہ کے صنعت کاروں کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ ہنرمند افراد کو روزگار مہیا کریں۔

بھٹو صرف کتابی تعلیم ہی نہیں بلکہ کھیلوں کے میدان میں بھی نوجوانوں کو بڑھتے ہوئے دیکھنے کے حامی تھے ان کی نظر میں سیاسی بیداری اور سیاسی تربیت میں کھیلیں اہم ترین کردار ادا کرتی ہیں۔ کھیلیں ہمیں سکھاتی ہیں کہ مخالفین کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کس طرح ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کہ جیت اور ہار کے کیا معنی ہیں ہارنے والی ٹیم جیتنے والی ٹیم سے لڑائی نہیں کرتی اور یہی اصول سیاست کا بھی ہونا

www.bhutto.org

چاہیے۔

وہ افراد جو سکول کالج اور یونیورسٹی نہ جا سکتے ہوں یا ملازمت کرتے ہوں ان کے لیے گھر بیٹھے نصاب پہنچانے کے لیے اوپن یونیورسٹیوں کا قیام ہو تاکہ تعلیم کی سہولتیں ہر کسی کو یکساں طور پر میسر ہوں۔

تمام سکولز اور کالجز حکومت کے زیر انتظام ہونے سے پرائیویٹ سکول کے مالکان اساتذہ کا استحصال نہ کر پائیں گے اور انہیں ملازمت کا تحفظ بھی حاصل ہو گا۔

وہ خود تاریخ کے طالب علم بھی تھے اور تاریخ ساز بھی۔ زندگی کی کسی سٹیج پر بھی انہوں نے تعلیم کو مکمل نہیں سمجھا اور ہمیشہ کچھ نہ کچھ سیکھتے اور سکھاتے رہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو تربیت دیتے تھے اور انہیں دنیا کے سیاسی' سماجی اور اقتصادی حالات سے آگاہ کرتے رہتے تھے اور چاہتے تھے کہ ان کے ساتھی بھی اتنے ہی شوق سے ہر بدلتے لمحے کا مطالعہ کرتے رہیں۔

بھٹو ارسطو' سقراط' بقراط اور افلاطون کی طرح نہ تو عورتوں اور کمزوروں پر تعلیم کے دروازے بند کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی اس فلسفے کے قائل تھے کہ اگر کوئی شخص اپنے بچپن یا نوجوانی میں زیور تعلیم سے محروم رہ گیا ہے تو اسے دوبارہ موقع ہی نہ دیا جائے کہ وہ اپنے ذہن کو استعمال کر سکے وہ قوم اور دنیا کے ہر بچے' جوان اور بوڑھے کو یہ حق دینا چاہتے تھے کہ سب کو تعلیم حاصل کرنے کے یکساں مواقع ملنے چاہئیں اور اس میں عمر' جنس' امارت یا غربت کی کوئی قید نہیں ہونی چاہیے۔ یہ مغربی فلاسفروں کی نسبت ایک بالکل ہی اچھوتا خیال تھا۔ بھٹو کا نظریہ تھا کہ تعلیم پرائمری اور مڈل لیول تک لازمی اور مفت ہو۔ طلباء سے تعلیم کے اخراجات وصول کرنے کی بجائے انہیں مراعات دی جائیں تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور حکومتی بجٹ کا زیادہ حصہ تعلیمی پالیسی پر خرچ ہونا چاہیے۔ اساتذہ کے لیے عمدہ ماحول اور سہولتیں مہیا کرنے کے حامی تھے ان کا کہنا تھا کہ طلباء میں کتابیں اور یونیفارم مفت تقسیم کیے جائیں اور وظائف

www.bhutto.org

دیئے جائیں۔

بھٹو چاہتے تھے کہ کسی ملک کی قیادت نوجوان اور پڑھے لکھے طبقے کے ہاتھوں میں ہونی چاہیے کیونکہ پرانے لوگ آثار قدیمہ کا حصہ بن جاتے ہیں صرف نئی اور جوان قیادت ہی معاشرے کے مسائل کو بہتر طور پر سمجھ سکتی ہے اور حل کر سکتی ہے۔

بھٹو نے تعلیمی پالیسی میں اپنے نظریات کا ذکر کرتے ہوئے کہا "طلباء کے لیے دیگر سہولیات مثلاً سفری اخراجات میں رعایت۔ سکولوں میں طبی امداد کے شعبوں کا قیام اور بہترین اساتذہ کا انتظام کرنا حکومت کی ذمہ داری ہو۔ دور دراز دیہاتوں میں جا کر علم کی روشنی پھیلانے والے اساتذہ کو خصوصی الاؤنس اور دیگر سہولیات دی جائیں تاکہ وہ سکون اور خوش دلی سے اپنے فرائض انجام دیں۔"

بھٹو کی تعلیمی پالیسی کے چند اہم نکات درج ذیل ہیں :

- یونیورسٹیوں کے انتظامی معاملات میں اساتذہ طلباء اور ان کے والدین کو نمائندگی دی جائے۔
- تعلیم بالغاں اور فنی تربیت کے زیادہ سے زیادہ مراکز قائم کیے جائیں۔
- نصابی کتب کی تیاری کا کام فاؤنڈیشن کے سپرد ہو۔
- خط و کتابت کے ذریعے تعلیم و تدریس کے لیے علیحدہ یونیورسٹیاں قائم کی جائیں۔
- دیہاتوں اور شہروں میں مزید پبلک لائبریریاں قائم کی جائیں۔
- کھیلوں کے فروغ اور حوصلہ افزائی کے لیے نیشنل سپورٹس ٹرسٹ قائم کیا جائے۔
- نیشنل سروس کور قائم کی جائے جس میں انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرنے کے بعد طلباء لازمی طور پر ایک سال کے لیے ناخواندہ افراد کو تعلیم دینے کے لیے کام کریں جس میں تعلیم بالغاں بھی شامل ہو۔

www.bhutto.org

- طلباء کی بہبود کے لیے زیادہ سے زیادہ وظائف دیئے جائیں۔
- مستحق طلباء کو بلا سود قرضے دیئے جائیں اور بک بینک قائم کیے جائیں۔
- طلباء کو کم یا برائے نام کرایہ پر سفر کی سہولتیں میسر ہوں۔
- معذور لوگوں کے لیے خصوصی تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں۔
- اساتذہ کے لیے مفت رہائش کی سہولتیں دینے کے لیے مکانات یا ہوسٹل تعمیر کیے جائیں۔
- تعلیمی پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے قومی' صوبائی' ضلعی اور تعلیمی اداروں کی سطح پر تعلیمی کونسلیں قائم کی جائیں جن میں اساتذہ' طلباء اور والدین کو نمائندگی دی جائے۔
- قومی بجٹ میں تعلیم کے لیے سب سے زیادہ رقم مختص کی جائے۔
- دینی اور تعلیمی اقدار کو پوری تعلیم کا مکمل جز بنایا جائے اور اس کی حیثیت تعلیم میں روح کی طرح ہو۔

❋

www.bhutto.org

جناب ذوالفقار علی بھٹو کرنل قذافی کے ساتھ

www.bhutto.org

دنیائے اسلام سے محبت

بھٹو ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے اور ان کے دل میں مسلمانان عالم کے لیے درد کی شمع روشن تھی وہ جانتے تھے کہ اس وقت عیسائی اور صیہونی طاقتیں مسلمانوں کے اتحاد سے خوفزدہ ہیں اسی لیے انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ عالم اسلام کو متحد کر کے ایک ایسا طاقتور بلاک بنائیں گے جو امریکہ۔ روس اور برطانیہ جیسی سپر طاقتوں کا یا تو مقابلہ کر سکیں یا پھر کم از کم یہ سپر طاقتیں مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر ان پر اپنی حکمرانی کے خواب سے دستبردار ہو جائیں۔

بھٹو یہ جانتے تھے کہ اس وقت مسلمانوں کے پاس دنیا کی شہ رگ یعنی تیل کی طاقت موجود ہے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ اس طاقت کو ایک تو مسلمان اپنے قابو میں رکھیں اور دوسرے اس طاقت کے ذریعے اپنے آپ کو مضبوط بنائیں کاش اگر عالم اسلام ان کی اس سوچ پر عمل کرتا تو آج سعودی عرب امریکہ کو تاوان ادا نہ کر رہا ہوتا اور کویت شاید اس وقت بھی دنیا کی امیر ترین ریاست ہوتا۔

پاک چین دوستی۔ پاک ایران دوستی۔ پاک افغان دوستی اور پھر سب سے بڑھ کر افغانستان میں راہ انقلاب کی بنیاد کس نے ڈالی۔ پاکستان میں ایٹمی پاور پلانٹ کا منصوبہ کس نے بنایا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر اور گلبدین حکمت یار بھٹو کی سیاسی بصیرت اور فکر مستقبل کا منہ بولتا ثبوت ہیں جس کی وجہ سے روس جیسا طاقتور ملک نہ صرف پاش پاش ہو گیا بلکہ عالم اسلام میں کئی اسلامی ریاستوں کا اضافہ بھی ہو گیا۔ آج ہندوستان اگر پاکستان پر حملہ کرنے سے ہچکچا رہا ہے یا برطانیہ' چین' امریکہ' روس اور فرانس جیسی عالمی سپر طاقتیں ہندوستان پاکستان کی ممکنہ جنگ کو روکنا بھی چاہتی ہیں اور خوفزدہ بھی

www.bhutto.org

ہیں تو اس کا تماشتر Cradet اس شخص کو جاتا ہے جس نے نصف صدی پہلے پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے کی تیاری کی آج Balance of Power ہی ہندوستان کو مذاکرات کی میز پر آنے پر مجبور کرے گی اس وقت صرف پاکستان ایٹمی طاقت نہیں بلکہ یہ اسلامی ایٹم بم ہے۔ پاکستان اسلام کا قلعہ اسی لیے کہلا رہا ہے کہ فی الحال پاکستان کے علاوہ اور کسی بھی اسلامی ملک کو تباہ کرتے ہوئے عیسائی' یہود و ہنود کو ایسا کوئی خوف نہیں ہے کہ مسلمانوں کی تباہی میں ان کی اپنی تباہی کا راز مضمر ہے۔ مسلمان تو پاکستان میں نہیں تو دنیا کے کسی نہ کسی کونے میں ہر صورت موجود رہیں گے یورپ کے دل میں رہیں گے۔ امریکہ کے جگر میں رہیں گے۔ افریقہ کے صحراؤں میں ہوں گے اگر کچھ مٹے گا تو مٹھی بھر صیہونی طاقت اور دنیا کی سب سے پرانی ہندوتہذیب جڑ سے ختم ہو جائے گی۔ بننے کا واویلا اور یہودیوں کا خوف بلاوجہ نہیں۔

2- فروری 1973ء کو اسلامی سربراہی کانفرنس کی ضرورت عرب اسرائیل جنگ کے بعد محسوس کی گئی تھی۔ اس کا دوسرا مقصد بیت المقدس کی بازیابی کی جدوجہد کی حمایت اور فلسطین کی آزادی تھا یہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے اتحاد و یک جہتی کا بھرپور مظاہرہ تھا جس میں مسلمانوں پر کی گئی زیادتیوں پر احتجاج بھی شامل تھا۔ وقت کے تقاضے کے پیش نظر دنیائے اسلام کی توجہ اتحاد عالم اسلام کی طرف دلانے کی بھرپور کوشش کی گئی تھی۔ پوری دنیائے اسلام نے یہ محسوس کیا کہ جب تک مسلمان متحد و متفق ہو کر اپنے مسائل حل کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور اپنی قوت اور اہمیت کا خود احساس نہیں کرتے اس وقت تک وہ دنیا میں ظلم کا نشانہ بنتے رہیں گے عالم اسلام کے پاس اتنے زبردست معدنی وسائل اور افرادی قوت موجود ہے کہ اگر ان تمام وسائل کو اکٹھا کر لیا جائے تو اسلامی بلاک دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن سکتا ہے اور یوں دنیا کی طاقت کا توازن برابر ہو سکتا ہے جو کہ بھٹو کا خواب تھا۔

اسلامی بین الاقوامی سربراہی کانفرنس کا انعقاد ان کے اس نظریے کی عملی شکل تھی جس کا مقصد اسلامی دنیا کا ایک طاقتور بلاک بنانا تھا جو صیہونی اور عیسائی طاقتوں کی

www.bhutto.org

چالبازیوں کا مقابلہ کر سکے۔ اور بنئے کی چالاکی کا منہ توڑ جواب دے سکے۔

اسلامی اتحاد کا مقصد مشترکہ اقتصادی پالیسیاں اور منصوبے۔ مشترکہ اسلامی بینک کا قیام۔ مشترکہ عالم اسلامی دفاع اور تیل اور دیگر قدرتی وسائل کی آمدنی کو کسی کارآمد منصوبہ بندی کے ساتھ صنعت و تجارت کے استعمال میں لانا اور ایٹمی توانائی کا حصول تھا۔

بھٹو اسلام کو تمام دنیا کے لیے نجات دہندہ تصور کرتے تھے ان کے نزدیک سچا مسلمان وہ ہے جو سازش سے کچلے ہوئے عوام کے سیاسی اور معاشی حقوق کی جنگ لڑے۔ بھٹو کے اپنے الفاظ ہیں۔

"عالم اسلام کے لیے ہم خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔"

20- جنوری 1970ء کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے اسرائیل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا "ہم ہمیشہ اسرائیل کے خلاف عرب بھائیوں کا ساتھ دیں گے۔ عرب ملکوں کے عین قلب میں اسرائیل کا قیام بالکل غیر قدرتی اور ناجائز ہے۔ آپ نے زور دیا کہ بیت المقدس پر اسرائیل کا قبضہ ہو جانے کے بعد ہمیں اس صورتحال پر زیادہ سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔"

اس دور کے اسلامی ممالک کے تقریباً تمام سربراہان سے بھٹو کے ذاتی دوستانہ تعلقات تھے جن میں شاہ فیصل، شیخ زید بن سلطان، معمر قذافی اور شاہ ایران سرفہرست ہیں۔

حال ہی میں بھٹو کا ایک خط جو انہوں نے کرنل قذافی کے نام لکھا تھا اخبار میں شائع ہوا جس سے پتہ چلتا ہے کہ بھٹو اسلامی ممالک کو کیا دینا چاہتے تھے چند اقتباسات زیر تحریر ہیں۔

"مائی ڈیر قذافی! خدا آپ کو ان سازشوں سے محفوظ رکھے جن کا شکار میں ہو گیا آپ ہمارے محسن ہیں آپ کے اور میرے خواب سانجھے ہیں ہم دونوں اپنے ملک کے غریبوں کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم دونوں عالمی امن کے قیام کے لیے

www.bhutto.org

اسلامی بم کو ضروری سمجھتے ہیں اور ہم دونوں نہ صرف اسلامی دنیا بلکہ تیسری دنیا کا اتحاد چاہتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ اسلامی بم اور تیسری دنیا کے اتحاد کا خواب پورا کرنے کے لیے خود کوششیں شروع کر دیں۔ اگر لیبیا' عراق' الجزائر' شام اور سوڈان مل کر اسلامی بم کے لیے کام کریں تو مناسب ہو گا۔ میری تجویز ہے کہ آپ عرب ممالک کے درمیان ایک مشترکہ منڈی کا تصور دیں اس منڈی کو اسلامی منڈی میں اور پھر تیسری دنیا کی منڈی میں تبدیل کر دیں تاکہ مغرب کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کا توڑ کیا جا سکے۔"

بھٹو نے عرب اسرائیل جنگ کے بارے میں اپنے تاثرات دیتے ہوئے ایک موقع پر کہا "ہم انصاف اور بین الاقوامی قانون کے بارے میں نہایت سختی سے جانبدار ہیں اور جانبدار کی حیثیت سے ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ حق و انصاف کے اصول عربوں کی تائید کرتے ہیں موجودہ عرب اسرائیل جنگ یہ واضح کرتی ہے کہ اس مسلط کردہ حل سے جو عوام کو قبول نہ ہو اور دیرپا نہ ہو کشیدگی اور جنگ کو ہوا ملتی ہے۔ مشرق وسطیٰ کی جنگ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ بڑی طاقتیں خواہ وہ ہم خیال ہوں یا حریف منصفانہ جدوجہد اور حق و انصاف کے حصول کے لیے جنگ کو نہیں روک سکتی ہیں اور تعطل کی جوں کی توں حالت عالمی نظام کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔"

30 اکتوبر 1973ء

www.bhutto.org

مزدور اور کسان

بھٹو نے مزدور اور کسان کو ایک حساس انسان ہونے کا احساس دلایا۔ بھٹو کے فلسفہ کے مطابق غریب مزدور اور کسان کو بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس دنیا کے حالات کے بارے میں جانے اور ان کی رائے کو بھی اہمیت دی جائے۔ اسی لیے وہ دنیا بھر کے غریب مظلوم عوام کی حمایت کرتے تھے انہوں نے غریبوں کو Awareness دی ان میں عزت نفس (Self Respect) کا احساس جگایا۔ ان کے خیال میں اگر غریبوں کو روٹی۔ کپڑا اور مکان یعنی بنیادی ضروریات کے دباؤ سے آزاد کر دیا جائے تو وہ بہتر طریقے پر سوچنے کے قابل ہو سکتے ہیں اور ہر فرد کی رائے اہم ہوتی ہے۔

زرعی اصلاحات کے ذریعے مزدوروں اور کسانوں کو مالکانہ حقوق دینے کی خاطر انہوں نے سب سے پہلے اپنی زرعی اراضی کا اڑتیس ہزار (38000) ایکڑ سے زائد زمین کا رقبہ حکومت کے حوالے کر دیا تاکہ اسے غریب ہاریوں میں بانٹ دیا جائے۔

کرنل قذافی کے نام ایک خط میں بھٹو نے کہا "ایک دفعہ آپ نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں سختی سے کام لوں اور مولویوں اور امیر لوگوں کو لگام ڈالوں مگر میں نے آپ کے مشورے پر پوری طرح عمل نہیں کیا میری ایک مجبوری تھی جب میں نے اقتدار سنبھالا تو پاکستان کا ایک بازو کٹ چکا تھا اور ملک میں حالات بے یقینی کا شکار تھے اس کے باوجود میں نے نیشنلائزیشن اور زرعی اصلاحات کے ذریعے غریبوں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی۔ 1977ء میں آپ کے مشورے پر حد ملکیت اور کم کر دی گئی لیکن ساتھ ہی ساتھ میں نے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو پارٹی میں شامل کرنا شروع

www.bhutto.org

کر دیا تاکہ جب میں ان کی زمینوں اور صنعتوں پر ہاتھ ڈالوں تو وہ چوں چراں نہ کریں میں ایک بڑی سماجی تبدیلی کے لیے محنت کش طبقے کو منظم کرنا چاہتا تھا اور یہ بھی چاہتا تھا کہ طبقاتی جنگ شدت اختیار نہ کرے یہی میری غلطی تھی میں نے محنت کش طبقے کو منظم کرنے میں دیر کر دی لیکن مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے محنت کش طبقے کو زبان دے دی میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں عوام کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہوں گا۔"

بھٹو نے مزدوروں کو استحصال سے چھٹکارا دلانے اور انہیں معاشرے کا ایک کار آمد اور باعزت فرد بننے کے لیے لیبر پالیسی کا اعلان کیا جس کے چند اہم نکات درج ذیل ہیں۔

شاپ سٹیوارڈ

مزدوروں کو ٹریڈ یونین بنانے کا حق ہو اور اس یونین کو 15 دن کے اندر رجسٹرڈ کروایا جائے۔ شاپ سٹیوارڈ کا انتخاب فیکٹری میں کام کرنے والے مزدور کریں۔ خفیہ رائے شماری کے ذریعے مزدور یونین کو حکومت کی طرف سے تحفظ بھی حاصل ہو۔ تاکہ فیکٹری مالکان ان کے جائز مطالبات بروقت مان لیں' شاپ سٹیوارڈ اس شاپ یا شعبے کی انتظامیہ میں ورکروں کے مفادات اور نقطہ نظر کی نمائندگی کرے۔

مزدوروں کی نمائندگی

کارخانہ داروں سے کہا جائے کہ انتظامی امور میں 20 فیصد نمائندگی مزدوروں کی ہو۔ انتظامیہ کو مزدور نمائندوں کی مرضی کے بغیر قوائد و ضوابط تبدیل کرنے یا نظم و نسق چلانے کا اختیار نہیں ہونا چاہیے۔ کارخانوں کے حسابات اور سٹورز کی جانچ پڑتال کے وقت پر مزدوروں کے نمائندے موجود ہوں اور کوئی کارخانہ لیبر کورٹ کی منظوری کے بغیر بند نہ کیا جائے۔

سالانہ منافع میں حصہ

www.bhutto.org

ہر سال مزدوروں کو ایک تنخواہ بطور بونس ادا کی جائے۔ اس کے علاوہ اگر فیکٹری کی آمدن زیادہ ہو تو خصوصی بونس بھی دیئے جائیں۔ اس کے علاوہ سالانہ منافع میں سے 4% حصہ مزدوروں کو دیا جائے۔ یوں مزدور کی سرمایہ دار کے منافع میں شراکت کا اصول قائم ہو جاتا ہے۔

ہڑتال کا حق

خفیہ رائے شماری کے ذریعے اگر مزدوروں کی اکثریت ہڑتال کا فیصلہ کرے تو یونین ہڑتال کروا سکے ورنہ نہیں۔

ملازمت کا تحفظ

ابھی تک اس قسم کا کوئی قانون امریکہ جیسا ترقی یافتہ ملک بھی نہیں بنا سکا مگر بھٹو نظریہ کے مطابق مزدور کی ملازمت کو نہ صرف تحفظ ملتا ہے بلکہ اسے یہ حق بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی ناجائز برطرفی کو عدالت میں چیلنج کر سکتا ہے اور بحالی کی صورت میں اس کو پچھلے تمام دورانئے کی تنخواہ بھی ملے گی۔ اگر مزدور انتظامیہ کے فیصلے سے غیر مطمئن ہو تو وہ لیبر کورٹ سے رجوع کر سکتا ہے اور لیبر کورٹ صرف 30 یوم میں فیصلہ کرنے کی پابند ہو۔ مزدور صرف 3 دن کے نوٹس پر ہڑتال کر سکیں۔

رہائشی سہولتیں

کارخانہ داروں کو پابند کیا جائے کہ وہ مزدوروں کے لیے رہائش کا بندوبست کریں یا مناسب سہولتیں دیں تاکہ ان کے رہائش کا بنیادی مسئلہ حل ہو سکے اور مزدوروں کے لیے مکانات تعمیر کیے بغیر کسی کو نیا کارخانہ قائم کرنے کی اجازت نہ ہو۔

گروپ انشورنس

مل مالکان کے لیے لازم ہو کہ وہ اپنی فیکٹری میں کام کرنے والے تمام مزدوروں کی

www.bhutto.org

انشورنس کروائیں اور پریمیم کی رقم بھی مالکان ادا کریں تاکہ کسی مزدور کے زخمی، بیمار یا فوت ہونے کی صورت میں اسے یا اس کے ورثاء کو مناسب معاوضہ ادا کیا جا سکے۔

کم سے کم اجرت

مزدور کی بہبود کے لیے مل مالکان کو پابند کیا جائے کہ وہ اختیار زمانہ سے مطابقت رکھتے ہوئے حکومت کی طرف سے مقرر کردہ کم از کم اجرت مزدور کو ضرور ادا کرے۔

اوقات کار

مزدور کو 8 گھنٹے روزانہ اور ہفتہ وار تعطیل کا حق دیا جائے تاکہ اس کی صحت برقرار رہے۔ اوور ٹائم (over time) کی صورت میں مزدور زائد معاوضے کا حقدار ہونا چاہیے۔

طبی سہولتیں

مل مالکان کی طرف سے طبی فنڈ مہیا کیا جائے۔ سوشل سیکورٹی ہسپتالوں میں علاج کی سہولتیں مہیا کی جائیں۔ مزدوروں کے بیوی بچوں کو بھی یہ سہولتیں حاصل ہوں فوت ہونے کی صورت میں مل مالکان مناسب رقم تجہیز و تکفین کے لیے فوری ادا کریں۔

تعلیمی سہولتیں

ہر ایسا کارخانہ جہاں دس سے زائد مزدور کام کرتے ہوں وہاں کے مالک کو پابند کیا جائے کہ وہ بچوں کی تعلیم کے لیے تعلیمی ٹیکس بھی ادا کرے تاکہ مزدوروں کے بچوں کی تعلیم کا مناسب انتظام ہو سکے۔

دیگر سہولیات

سالانہ اور اتفاقیہ چھٹیاں تنخواہ سمیت مزدور کا حق ہوں۔ بڑھاپے میں پنشن کا بندوبست بھی مل مالک کا ذمہ ہو اور اسی طرح کی دیگر سہولتیں جن میں روٹی پلانٹ۔ مزدوروں کے لیے خصوصی رعایت پر کپڑوں کی خریداری وغیرہ وغیرہ غرضیکہ بھٹو ازم مزدور کے لیے زندگی کی ان تمام سہولیات کا حامی ہے جس سے مزدور کی زندگی اگر پر آسائش نہیں تو بنیادی ضروریات کے لیے سسکتی نہ رہے۔ ریٹائرڈ یا جبری ریٹائرڈ ملازمین کو بھی پنشن اور گریجوٹی کی سہولتیں ملنی چاہئیں اور اگر وہ چاہیں تو اندرون یا بیرون ملک کہیں بھی دوبارہ ملازمت کر سکیں۔ نادار مریضوں کے لیے مفت علاج کی سہولتوں کے ساتھ ساتھ ہسپتالوں کو ہدایات دی جائیں کہ وہ ان کے لواحقین کے لیے مفت سرائے کا بندوبست بھی کریں جس طرح مزدوروں کے لیے مراعات کا ذکر ہوا ہے اسی طرح بھٹو کے نظریے کے مطابق کسانوں کو بھی مراعات دی جانی چاہئیں جن میں وڈیروں اور جاگیرداروں کی جائیدادوں کو بلا معاوضہ حکومتی اختیار میں لے کر عام کسانوں اور مزارعوں میں بانٹ دیا جائے اور اخراجات کی ذمہ داری مالک اور مزارعے میں برابر بانٹ دی جائے۔ کسی شخص کو 300 ایکڑ بارانی یا 150 ایکڑ نہری زمین سے زیادہ اپنے پاس رکھنے کا اختیار نہ ہو' تاکہ باقی کی تمام زمین اور سرکاری زمینیں ان بے زمین کاشتکاروں میں حقوق ملکیت کی بنیاد پر تقسیم کر دی جائیں جو صدیوں سے اس زمین پر محنت کر رہے ہیں اور معاوضے کے طور پر بیگار میں انہیں دو وقت کی روٹی بھی نصیب نہیں۔ غریب کسانوں کو مویشی وغیرہ پالنے۔ چھوٹی گھریلو صنعتیں لگانے۔ زرعی آلات خریدنے کے لیے قرضے مہیا کیے جائیں تاکہ وہ بھی زندگی سے لطف اندوز ہو سکیں۔ بھٹو نے جو کچھ بھی نظریہ دیا اس نے کوشش کی کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے عملی جامہ بھی پہنائے اور کچھ نہیں تو کم از کم اپنے گھر (یعنی پاکستان) کی حد تک تو وہ ایسا بہت کچھ کر بھی گئے تاکہ یہ ملک ان تمام پسماندہ ممالک کے لیے مثال بنے جہاں مزدور اور کسان کا استحصال ہو رہا ہے۔ کوئی سرمایہ دار۔ جاگیردار۔ مزدوروں اور کسانوں سے بیگار

www.bhutto.org

یا نذرانہ وصول نہ کرے۔

کسانوں کے لیے جن تجاویز کا ذکر بھٹو نے کیا اس کے لیے انہوں نے کہا۔ "میں نے زرعی اصلاحات کے لیے جو تجاویز دی ہیں ان کے نفاذ سے دیہی عوام کا وقار بلند ہو گا انہیں مدتوں کی غلامی سے نجات مل جائے گی۔ انہیں اپنی کھوئی ہوئی عزت نفس واپس مل جائے گی اور وہ بھی معاشرے میں سر اٹھا کر چل سکیں گے۔ جاگیرداروں کا دولت کا زور ٹوٹ جائے گا۔ ان کی دولت کا ارتکاز ختم ہو جائے گا۔ آمدنی میں ناہمواریاں کم ہو جائیں گی زرعی پیداوار بڑھے گی بے روزگاری کم ہو جائے گی۔ مالیہ اور دوسرے زرعی محصولات کی ادائیگی کا نظام درست ہو گا اور زمیندار اور مزارع کے درمیان باہمی طور پر آبرو مندانہ اور مفید تعلق استوار ہونے کی صحیح بنیاد استوار ہو جائے گی۔"

یکم مارچ 1972ء بھٹو کی تقریر

بھٹو نے کسانوں کے لیے جو زرعی اصلاحات نافذ کیں ان کا موازنہ دنیا کے کسی بھی ملک سے اگر کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ بھٹو نے حد ملکیت سب سے کم رکھی اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ سماجی ڈھانچے میں معاشرتی اونچ نیچ سے جو ابتری پیدا ہو گئی تھی اسے دور کیا جائے۔ بھٹو نے جو اصلاحات پیش کیں ان کے چند اہم نکات درج ذیل ہیں۔

زرعی اصلاحات کے اہم نکات

- اراضی کی حد ملکیت ڈیڑھ سو ایکڑ نہری اور تین سو ایکڑ بارانی مقرر کی جائے۔
- زمینداروں سے حاصل کردہ زائد اراضی کا کوئی معاوضہ ادا کرنا ضروری نہیں۔

www.bhutto.org

- اسی طرح حاصل کردہ اراضی بھی کاشت کاروں میں بغیر کوئی رقم وصول کیے تقسیم کر دی جائے بلکہ اگر وہ پہلے سے کوئی قیمت ادا کرنے کے پابند ہوں تو وہ پابندی بھی ختم کر دی جائے۔
- سوائے تاریخی نوعیت کی شکار گاہوں کے تمام بڑی شکار گاہیں ختم کر کے ان کی اراضی بے زمین کسانوں میں تقسیم کر دی جائے اور تاریخی شکار گاہیں حکومت اپنی تحویل میں رکھے۔
- زرعی اصلاحات کے تحت کسی شخص کو اصطبل یا مویشی فارموں کے نام پر مقررہ حد سے زائد اراضی رکھنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔
- جو سرکاری اراضی بااثر لوگوں کو تحفتاً الاٹ کی گئی ہو حکومت اسے بغیر کسی معاوضہ کے ضبط کر لے اور کسانوں میں مفت تقسیم کر دے۔
- تمام سرکاری اراضی بے زمین کاشتکاروں میں تقسیم کرنے کے لیے مختص ہونی چاہیے یا ان لوگوں کو دینی چاہیے جن کی اراضی کم از کم گزارہ یونٹ سے بھی کم ہو۔
- بھٹو نے جہاں مزدوروں اور کسانوں کے لیے لیبر پالیسی اور زرعی اصلاحات کا اعلان کیا جیسا کہ اوپر تفصیل دی گئی ہے وہاں اس نے ان کی اور ہر شہری کی صحت کے لیے بھی چند ایسی تجاویز پیش کیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ بھٹو صحت مند معاشرے کے قیام کے لیے کیا خواہشات رکھتے تھے۔

صحت کی پالیسی کے چند اہم نکات

عوامی ہیلتھ سکیم میں مندرجہ ذیل اہم باتیں شامل ہیں۔

- سکیم کی مدت سات سالہ منصوبہ بندی ہو۔
- حکومت اس پالیسی پر عمل کرنے کے لیے انتہائی معمولی سا ٹیکس (میڈیکل)

www.bhutto.org

لگائے۔

- طبی سہولیات بروقت اور قریب ترین مراکز پر مل سکیں تاکہ کسی شخص کو علاج کی خاطر دور دراز کے علاقوں میں نہ جانا پڑے اور نہ ہی اخراجات ناقابل برداشت ہوں۔
- ہیلتھ سنٹرز کا جال بچھا دیا جائے۔ ہر یونین کونسل میں دیہی آبادی کے لیے ایک ہیلتھ یونٹ کا قیام ضروری ہے اور شہری علاقوں میں ہر یونین کمیٹی کے علاقہ میں ایک ہیلتھ یونٹ قائم کیا جائے۔
- ہر ہیلتھ یونٹ کا انچارج ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ڈاکٹر ہو اور اس کے ساتھ ایک لیڈی ہیلتھ وزیٹر اور دوسرا عملہ بھی معاون کے طور پر کام کرے۔
- ہر پچاس ہزار کی آبادی کے لیے کم از کم ایک ہیلتھ یونٹ ابتدائی طور پر شروع کیا جائے۔
- اس یونٹ میں علاج اور حفاظتی سروس کی تمام سہولتیں مہیا ہوں۔
- ہیلتھ یونٹ میں صحت سے متعلق تمام سہولیات میسر ہوں اور خاندانی منصوبہ بندی۔ انسداد ملیریا۔ چیچک۔ تپ دق کی روک تھام کے انتظامات بھی کیے جائیں اور یہ انتظامات انتہائی مؤثر ہوں۔
- ہر پانچ ہیلتھ سنٹرز میں سے پانچواں یونٹ دیہی علاقہ میں ہو اور یہ دوسرے یونٹ کی نسبت زیادہ بڑا ہو جس میں بہتر طبی عملہ اور کم از کم دس بستروں کے ہسپتال کی گنجائش موجود ہو۔
- چھوٹے قصبوں میں بھی ایسے ٹاؤن ہیلتھ سنٹر قائم کیے جائیں۔
- عوامی صحت سکیم کے تحت خالص خوراک مہیا کرنے کا کام صفائی اور گندے پانی کے نکاس کا وسیع انتظام ہونا چاہیے۔
- پرائیویٹ ہسپتالوں اور نرسنگ ہومز کا معیار حکومت مقرر کرے اور اس

www.bhutto.org

معیار پر پورے نے نہ اترنے والے ادارے حکومت سرکاری تحویل میں لے لے۔

- میونسپل ہسپتال بھی سرکاری تحویل میں لیے جا سکتے ہوں۔
- کسی سرکاری ڈاکٹر کو پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت نہیں ہونی چاہیے بلکہ ایسے ڈاکٹرز کو نان پریکٹسنگ الاؤنس دیا جانا چاہیے۔
- پرائیویٹ ڈاکٹر صرف نسخہ تجویز کر سکیں انہیں ادویات کی فروخت کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔
- ہر پچاس ہزار کی آبادی کے لیے ایک سرکاری ڈرگ سٹور قائم کیا جائے۔

www.bhutto.org

ملکی دفاع

بقول خود جناب ذوالفقار علی بھٹو "گزشتہ بیس برسوں کے واقعات نے مجھے اس نتیجے پر پہنچایا ہے کہ اس وقت تیسری دنیا کے اتحاد اور ترقی کو سب سے بڑا خطرہ فوج کے جبری طور پر حکومتوں کے الٹا دینے سے ہے۔ تیسری دنیا کو غیر ملکی قیادتوں کے خلاف جدوجہد کرنی ہے لیکن غیر ملکی قیادتوں کے خلاف جدوجہد کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ فوج کے ذریعے حکومتوں کے جبری تختے الٹنے کی سازشوں کے خلاف کھڑا ہوا جائے۔ فوج کے ذریعے حکومتوں کا جبری تختہ الٹنا ملکی اتحاد کے ساتھ بدترین دشمنی ہے۔ فوجی سازشیں اور فوجی اقتدار ہی وہ پل ہے جس پر چل کر غیر ملکی قیادت ہمارے ملکوں کے اندر آتی ہے۔

(From : If I am assassinated)

"فوج ملک کے لیے ہونی چاہیے نہ کہ ملک فوج کے لیے۔"

بھٹو فوج کو کسی بھی ملک کے لیے ایک اہم اور باعزت ادارہ سمجھتے تھے اور ان کے نظریے کے مطابق کسی بھی ملک کی دفاع کو بہت مضبوط ہونا چاہیے تاکہ دشمن بری نظر نہ ڈالے۔ فوجی بغاوتیں اور حکومتوں پر ناگہانی قبضے ایک تباہی کے مترادف ہیں۔ مہذب معاشرے کا مطلب ہے کسی ملک میں شہریوں اور رائے عامہ کی برتری۔ مسلح افواج کو سویلین حکومتوں کے تابع ہونا چاہیے۔ یہ عوام اور ان کی حب الوطنی کی توہین ہے کہ غیر منتخب فوجی عاموں کو قومی وحدت و اتحاد کا علمبردار بنا دیا جائے۔ یہ قومی

www.bhutto.org

وحدت کی موت کا ماتمی نسخہ ہوتا ہے طویل فوجی دور حکومت کے جو اثرات ہمارے ملک کی حب الوطنی اور قومی وحدت پر پڑتے ہیں وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ بھٹو مسلح افواج کی شہرت، وقار اور مضبوطی کے قائل ضرور تھے مگر وہ فوج کے لیے ملک نہیں بلکہ ملک کی بقا کے لیے فوج کا نظریہ رکھتے تھے۔

بھٹو نے 29 دسمبر 1971ء کو ایک تقریر میں کہا "عوام اور مسلح افواج میں کامل ہم آہنگی ہونی چاہیے جو پارلیمنٹ اور آزاد عدلیہ کے تحت کام کریں۔ انہوں نے کہا کہ مسلح افواج بھی عوام میں سے ہوتے ہیں ان کو بھی برے حالات سے دکھ پہنچتا ہے اور ناقص نظام حکومت کی وجہ سے انہیں بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے کیونکہ آمرانہ نظام عوام کے سامنے جوابدہ نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ آمریت کی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کے مختلف شعبوں میں ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ وقت کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ عوام اور فوج کے حوصلے بلند کیے جائیں۔"

بھٹو کبھی بھی کنفیڈریشن کے حامی نہیں رہے انہوں نے کہا کہ دفاعی معاہدے اگر کسی ملک کے فلسفہ کے خلاف ہوں تو وہ اس پر ٹھونسے نہیں جا سکتے۔ دفاعی معاہدے ہر ملک کے اپنے مفادات اور سیاسی نظریات کے مطابق ہی کیے جا سکتے ہیں۔

کچھ لوگ بھٹو کو سویلین مارشل لاء کا حامی کہتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ 1973ء سے پہلے جب ہمارے ملک میں کوئی آئین ہی نہیں تھا تو ڈکٹیٹرشپ سے نکل کر آئینی حکومت قائم کرنے کے لیے عبوری عرصے میں بھٹو کو موجود آئین یعنی مارشل لاء کا سہارا لینا ہی پڑتا تھا۔ مگر وہ نظریاتی طور پر مارشل لاء کے سخت مخالف تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ ایسی حکومت ہے جو قانون کے ذریعے قائم نہیں ہوتی بلکہ فوجی حکومت آئین کو معطل کرتی ہے اور فرد واحد کی حکمرانی قائم کرتی ہے جسے عوام کی حمایت یا تائید حاصل نہیں ہوتی مارشل لاء کے زیر سایہ علیحدگی پسند تحریکیں زور و شور سے پھلتی پھولتی

www.bhutto.org

ہیں۔

قانون اور آئین کی حکمرانی کے لیے بھٹو کی جدوجہد ثابت کرتی ہے کہ وہ ایسی حکومت کے حامی تھے جہاں عوام اپنی مرضی سے اپنے حکمران چن سکیں۔

بھٹو نے ملتان میں 8 اکتوبر 1971ء کے ایک جلسے میں خطاب کرتے ہوئے کہا "میں فوج کا مخالف نہیں ہوں مگر میں عوام کی حکومت چاہتا ہوں سیاسی خودکشی سے موت بہتر ہے۔"

www.bhutto.org

مقام و حقوق خواتین

ذوالفقار علی بھٹو کی زندگی میں کوئی ایسا لمحہ نہیں جس سے ہم یہ اندازہ لگا سکیں کہ بھٹو نے کبھی بھی عورت اور مرد کی خوبیوں اور صلاحیتوں میں فرق کیا ہو یا کسی خاتون کے احترام میں کبھی بھی کمی آنے دی ہو۔ وہ مردانہ تعصب کے قائل نہ تھے۔

نجی زندگی میں آپ کو اپنی والدہ سے بے انتہا پیار تھا۔ اپنی بہن بے نظیر سے تو اتنی محبت تھی کہ اپنی بیٹی کا نام بھی بے نظیر رکھا۔ اپنی دونوں بیویوں کے احترام کو ہمیشہ مقدم اور برابری کا سلوک روا رکھا۔ مسز اندرا گاندھی کی خوبیوں اور صلاحیتوں کا اعتراف انہوں نے سرعام کیا گرچہ نظریاتی طور پر وہ انہیں اپنے سب سے بڑے مخالف ملک کی سربراہ مانتے تھے۔ اپنی بیٹی بے نظیر بھٹو میں تو انہیں اپنا ہی عکس نظر آتا تھا وہ جانتے تھے کہ ان کی اولاد میں سے وہی ہے جو باپ کے نام کو زندگی بخشے گی اور ان کے نظریات سے ان کی مکمل ہم آہنگی ہے۔ وہ اس مشن کو ضرور پورا کرے گی۔ جس کا بھٹو کو 4_ اپریل 1977ء کو نامکمل چھوڑنے کا از حد افسوس ہوا تھا۔

بھٹو خواتین کو مساوی حقوق اور آزادی رائے کا مکمل حق دینے کے قائل تھے۔ چونکہ بھٹو کے ذہن میں مردوں اور خواتین والا کوئی تعصب نہ تھا یہی وجہ ہے کہ بھٹو نے اپنی تمام تر اولاد چاہے وہ بیٹا تھا یا بیٹی سب کو یکساں اعلیٰ تعلیم کے مواقع فراہم کیے کیونکہ ایک اعلیٰ دماغ کے لیے خدا نے بھی تذکیرو تانیث کی کوئی قید نہیں رکھی۔

بھٹو نے اپنے منشور میں اپنے نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا "خواتین کو

www.bhutto.org

معاشرے میں مردوں کے مساوی حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ انہیں تعلیم و ترقی کے مساوی مواقع حاصل ہونے چاہیے اور ان کے عزت و احترام کا خصوصی بندوبست بھی ہونا چاہیے۔" کیونکہ اس دور میں ضرورت ہے کہ عورتیں پرانے رسم و رواج کی زنجیریں توڑ کر ملک و ملت کی ترقی میں شامل ہوں کیوں کہ اگر کسی ملک کی آدھی آبادی باقی کی آدھی آبادی پر بوجھ بن جائے تو خوشحالی کی طرف بڑھتے ہوئے قدم مزید بوجھل ہو جاتے ہیں۔

www.bhutto.org

بھٹو اور حب الوطنی

بھٹو Patriotism یا وطن پرستی کے بہت حد تک قائل تھے وہ جانتے تھے کہ کسی فرد کی شناخت اس کے کردار اور وطن سے ہوتی ہے بھٹو نے نہ صرف زمانہ طالب علمی میں بلکہ بعد میں بھی مسلمانان برصغیر کے لیے ایک خاص ہمدردانہ رویہ رکھا۔ انہوں نے مسلمان قوم اور خاص طور پر اپنے پیارے ملک پاکستان کے لیے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ گنتی میں تو نہیں لائی جا سکتیں مگر ایک مختصر سا حوالہ یہاں پیش ہے۔

- بھٹو جانتے تھے کہ پاکستان کا وجود قائداعظم کی سیاسی بصیرت کا نتیجہ تھا کسی جرنل کی توپ سے نکلا ہوا گولہ نہیں۔ اسی لیے انہوں نے اس ملک پر تادیر حکومت کرنے کی پالیسی اپنانے کی بجائے زیادہ زور اس بات پر دیا کہ اس ملک کے عوام میں سیاسی شعور بیدار ہو۔
- 1958ء میں انہوں نے زرعی اصلاحات کا منصوبہ پیش کیا کیونکہ کاشتکار سے بھٹو کو ایک خاص جذباتی لگاؤ تھا۔
- بحری سرحدوں کو وسیع کرنے کا خاکہ بھی بھٹو ہی نے بنا کر دیا۔
- 1958ء میں ہی ایوب خان کی مرکزی کابینہ کے ممبر کے طور پر پہلا کام قیمتیں کم کر کے انہیں مستقل کرنا تھا۔
- کشمیریوں کی جدوجہد کو UNO کے ایوانوں تک پہنچانے میں بھٹو کا اہم کردار ہم کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں جب انہوں نے کشمیریوں کی حمایت میں ان ظلم

www.bhutto.org

و جبر کے بارے میں لکھی ہوئی دستاویزات کو پھاڑ کر پھینک دیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ ہم کشمیر کی خاطر ایک ہزار سال تک لڑیں گے۔

* تاشقند معاہدے کے خلاف تحریک اور شملہ معاہدہ کشمیریوں کی حمایت کے لیے کیا گیا۔

* 90 ہزار قیدیوں کی بھارتی چنگل سے باعزت رہائی بھی بھٹو ہی کا کارنامہ ہے۔

* فرانس سے ایٹمی پلانٹ کا معاہدہ جس کے لیے بھٹو نے کہا تھا "ہم گھاس کھا لیں گے مگر ایٹم بم ضرور بنائیں گے۔" کیونکہ طاقتور سے لڑنے کے لیے خود کو بھی طاقتور بننا پڑتا ہے۔

* اسلامی ممالک سے دوستانہ تعلقات کی بنیاد پر ان سے مزدور اور ٹیکنیکل افراد کے لیے غیر ممالک میں روزگار فراہم کیے جس کا فائدہ نہ صرف ان افراد اور ہمارے معاشرے کو ہوا بلکہ ہمارا قومی خزانہ بھی Foreign Exchange سے بھر گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد کے دور میں ہمارے مسلم ممالک سے نہ تو دوستی کے بندھن ہی اتنے مضبوط رہے کہ وہ ہم سے افرادی قوت لیتے اور نہ ہی ہماری وہ خارجہ پالیسی ہی باقی رہی نتیجتاً" دوسرے ترقی پذیر ممالک نے سستی لیبر مہیا کر کے اور اپنے تعلقات بہتر بنا کر ہمارے عوام کو ان ممالک سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور جو چند افراد رہ گئے ان کے Vages اتنے کم تھے کہ انہوں نے سوچا اگر اتنی محنت کر کے اتنا ہی پیسہ کمانا ہے تو پھر کیوں اپنے عزیزوں سے دور رہا جائے سو وہ بھی وطن کو لوٹ آئے اور ہمارا پیارا وطن بے روزگاروں سے بھر گیا اور قومی خزانہ خالی ہوتا چلا گیا۔

* اس ملک کو 26 سال کے بعد 1973ء میں بھٹو ہی کی بدولت پہلا آئین ملا جو آج بھی قائم ہے اور رہے گا۔

* ملکی برآمدات مثلاً کپاس۔ گندم۔ چاول وغیرہ کی پیداوار میں 100 فی صد

www.bhutto.org

اضافہ ہوا۔

* جاگیرداروں کی جاگیریں اور ملکی سرمایہ چند ہاتھوں میں جمع رکھنے کی بجائے اسے عوام میں تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا۔
* بیرونی دنیا سے پاکستان کے دوستانہ تعلقات استوار کیے اور ہمیں ایک باعزت قوم کے طور پر روشناس کرایا۔
* جیسے ارسطو نے یونانیوں کو دنیا کی سپر ترین اور دانشور قوم ہونے کا یقین دلایا تھا بالکل اسی طرح بھٹو نے ایک مسلمان ملک پاکستان کے باشعور اور حساس شہری ہونے کا احساس اس قوم کے ہر فرد کو دیا۔
* خدمت اسلام کا جذبہ اس قدر تھا کہ یہ جانتے کے باوجود کہ قادیانیوں نے انتخابات میں بھٹو کی حمایت کی تھی اپنے اقتدار کو داؤ پر لگا کر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ شراب نوشی اور ریس جوا پر پابندی عائد کر دی۔ اتوار کی بجائے جمعہ کی چھٹی کا اعلان کیا۔
* عالمی اسلامی سربراہی کانفرنس۔ افریشیائی کانفرنس اور تمام دنیا سے دو طرفہ تعلقات کا مقصد پاکستان کو ان پسماندہ اور مظلوم قوموں کا رہبر بنانا تھا جو آج تک اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے ظلم کی چکی میں پس رہی تھیں۔
* پاکستان کے لیے ایک آزاد خود مختار خارجہ پالیسی متعین کر کے اس قوم پر احسان کیا۔
* پاکستان کو برطانیہ کی معاشی حاکمیت سے نجات دلا کر کھلی تجارتی منڈی میں لے آئے جس سے ہماری برآمدات اور درآمدات میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ بین الاقوامی تجارت کو فروغ دینے کے لیے انہوں نے ترکی۔ ایران اور پاکستان کا اتحاد ثلاثہ کی بنیاد رکھی۔

بھٹو نے 4_ جنوری 1972ء کو ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا "میرا

www.bhutto.org

سب سے بڑا دوست میرا ملک ہے۔ ملک کے مفاد کے تحت میں اپنے خاندان کو بھی قربان کر دوں گا۔" اسی جلسے میں انہوں نے اپنے ذاتی ملازم نور محمد کو آواز دے کر بلایا اور کہا "عوام اور میرے درمیان جو بلٹ پروف دیوار کھڑی کی گئی ہے اسے ہٹا دو کیونکہ میں اپنے اور عوام کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہونے دینا چاہتا۔"

www.bhutto.org

تیسری دنیا کا نعرہ

"میں غریب کی حمایت سے کبھی دستبردار نہیں ہو سکتا میں جانتا ہوں ہماری جدوجہد کا راستہ نہایت کٹھن ہے لیکن ہم کسی قیمت پر ہمت نہیں ہاریں گے خواہ اس کے لیے مجھے جیل جانا پڑے یا تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں۔"

24 جنوری 1970ء خطاب

بھٹو نے دو طبقاتی نظام سے ہٹ کر تیسری دنیا کا نعرہ دیا ان کی خواہش تھی کہ افروایشیائی ممالک (جو کہ زیادہ تر ترقی پذیر اور پسماندہ ہیں) باہم مل کر ایک نئی قوت کو تشکیل دیں اور اپنے تمام تر وسائل کو مجتمع کر کے بڑی طاقتوں کے مقابلے میں آ کھڑی ہوں۔

اقوام متحدہ میں تیسری دنیا کے ممالک نے بھٹو کی آواز پر لبیک کہا۔ بھٹو کو گروپ آف 77 کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ بھٹو کے نظریات کو ان تمام ممالک میں بے حد پذیرائی حاصل ہوئی جہاں لوگوں میں سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف منظم ہونے کا عزم موجود تھا مثلاً افریقہ۔ ایشیا۔ لاطینی امریکہ وغیرہ اور ایک ہمہ گیر جدوجہد شروع ہو گئی۔ ان اقوام نے تیسری دنیا کے سربراہان کی کانفرنس کے انعقاد کے لیے بھی ہاں کی جو کہ 1977ء میں پاکستان میں ہونی تھی مگر آج مجھے عدم کا ایک شعر بہت یاد آتا ہے۔۔

عدم خلوص کے لوگوں میں ایک خامی ہے
ستم ظریف بڑے جلد باز ہوتے ہیں

مسٹر بھٹو نے صرف تیسری دنیا ہی کا نعرہ نہیں دیا بلکہ ان کی کہی ہوئی ہر بات

www.bhutto.org

لوگوں کے دلوں میں یوں اتر گئی جیسے اس مصرع میں کہا گیا ہے۔

؎ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

بھٹو کے کہے ہوئے الفاظ اور فقرے جو زبان زد عام ہوئے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

"ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک استحصال کو جڑ سے نہ اکھاڑ دیا جائے گا۔"

"آزادی کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی۔"

"ہم اصولوں کی خاطر لڑتے رہیں گے اور عوام کی حالت بہتر بنانے کا کام جاری رکھیں گے۔"

"میں نہیں چاہتا کہ تاریخ میرے خلاف یہ فیصلہ دے کہ میں جھوٹ پر تھا۔"

"ہمارا مقصد عوام کو ہر قسم کے فکر سے نجات دلانا ہے۔"

"ہم کسی سے دشمنی اور نفرت نہیں چاہتے بلکہ دو طرفہ خوشگوار تعلقات کے حامی ہیں۔"

"اسلام' سوشلزم اور جمہوریت ہمارا منشور ہے۔"

"انقلاب کی لہر کو کوئی نہیں روک سکتا۔"

"ہمارے دل مسلمان قوموں کے ساتھ دھڑکتے ہیں۔"

"میں دنیا بھر کے غریبوں کا ساتھی ہوں ان کا دوست میرا دوست ہے اور ان کا دشمن میرا دشمن۔"

اور اسی طرح کے بے شمار سچے جذبات اور دل سے نکلی ہوئی باتیں جو دل سے دل میں اتر گئیں بھٹو کے غریب دوست اور ان کو صدیوں پرانے استحصالی نظام سے چھٹکارا دلانے کے عزم کا ثبوت ہیں۔ یہ وہ فلسفہ ہے جس کے لیے بھٹو نے اپنی زندگی۔ اپنا خاندان اپنا سکھ چین سب کچھ پس پشت ڈال دیا۔

بھٹو نے تیسری دنیا کے لیے جو تجاویز اور منصوبے بنائے ان کا کچھ عکس پیچھے

www.bhutto.org

صفحات میں دیئے گئے کرنل معمر قذافی کے نام خط میں بھی ملتا ہے۔

بھٹو کے نظریات اور جنگ کے نتیجے میں بین الاقوامی ذخیرہ الفاظ میں ایک نئی اصلاح شامل کی گئی۔ تیسری دنیا Third World ان لوگوں کی دنیا جو بھوکے ہیں' جو محروم ہیں' جو سامراج کے معاشی' معاشرتی' سیاسی' عملی' صنعتی تجارتی اور ایٹمی دوغلی پالیسی کا شکار ہیں۔ کچلے ہوئے' خوفزدہ' بے سہارا' بھٹکے ہوئے' ہانپتے لرزتے ہوئے اور جال میں پھنسے ہوئے۔ بھٹو نے اس دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی اور اسے ایک مضبوط اور مستحکم برسرپیکار حقیقت بنا دیا اور طاقت کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا جس نے ان کے اندر کو ہلا کر رکھ دیا اور کمزوروں کو کامیابی حاصل کرنے کا راستہ دکھا دیا۔

www.bhutto.org

آئین اور بھٹو

ملک کا نظم و نسق اور دوسرے امور کو صحیح خطوط پر چلانے کے لیے ایسے آئین کی ضرورت ہوتی ہے جو عوامی امنگوں اور خواہشات کا ترجمان ہو اور جس کے ذریعے حاکمیت اعلیٰ عوام کے ہاتھوں میں دی گئی ہو ہم سمجھتے ہیں کہ دستور کے بغیر کسی ملک کی آزادی برقرار نہیں رہ سکتی۔

(25 جنوری 1970ء جلسہ عام سے خطاب)

کسی ملک کے آئین کو تحریری شکل میں لانے کے لیے عوام سے تجاویز مانگنی چاہئیں۔ قانون عوام کے لیے ہوتا ہے یہ کوئی آسمانی صحیفہ نہیں انتہا پسند بننے کی بجائے ہمارا رویہ تعمیری ہونا چاہیے اور اسے عوام کے تمام طبقوں کی خواہشات پر پورا اترنا چاہیے۔ عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کی اکثریت کے فیصلے سے ہی کوئی بھی تجویز ملکی قانون کی شکل اختیار کر سکتی ہے اور اس طرح کے آئین کو چونکہ عوامی نمائندگی حاصل ہوتی ہے اس لیے عوام اپنے نمائندوں کے بنے ہوئے آئین کا خود تحفظ کریں گے۔

ذوالفقار علی بھٹو کی ترجیحات میں سب سے پہلے ملک کو دستور دینا تھا ایسا دستور جو جمہوری، اسلامی، وفاقی اور پارلیمانی اقدار کا ترجمان ہو۔ عوام اور ان کے نمائندے دستور کی خصوصیات سے مطمئن ہوں۔ دانشوروں، مذہبی رہنماؤں، سیاستدانوں اور دیگر تمام طبقوں کے لیے قابل قبول ہو اور ایسا دستور بنانے کے لیے معاشرے کو بھی باشعور بنایا جائے۔ ان کے مطابق دستور میں مندرجہ ذیل خصوصیات ضروری ہیں۔

i- دستور تحریری اور نیم لچکدار ہو نہ تو برطانیہ کے دستور کی طرح غیر تحریری ہو اور نہ امریکہ کے دستور کی طرح غیر لچکدار۔

www.bhutto.org

ii- رواداری' انصاف' آزادی اور جمہوریت جیسی قدروں کو تسلیم کیا جائے۔

iii- قرآن پاک اور احادیث نبوی کو بنیاد مانا جائے۔

iv- خدا تعالیٰ کو کسی بھی مملکت کا حاکم اعلیٰ تسلیم کیا جائے۔

iva- فنی ماہرین مثلاً انجینئر' سائنس دان' ڈاکٹر' ماہر اقتصادیات' اکاؤنٹنٹ' ماہر شماریات اور دیگر پیشہ ور افراد کو نظم و نسق اور انتظامیہ کی پالیسی بنانے میں حصہ لینا چاہیے اور ان میں سے کسی کو بھی انتظامی عہدے پر فائز کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے تاکہ سب کو ترقی کے یکساں مواقع میسر آ سکیں۔

v- ملک میں اسلامی ماحول کی تخلیق کی ذمہ داری بھی حکومت پر عائد ہوتی ہے تاکہ شہری' انفرادی اور اجتماعی زندگی پرامن رہے۔

vi- زکوٰۃ۔ اوقاف اور عبادت گاہوں کا نظام بہتر خطوط پر چلانے کی ذمے داری بھی حکومت پر ہے۔

vii- جوا۔ شراب۔ سود وغیرہ کی قانوناً ممانعت ہو اور ملک میں ایک فلاحی روح قائم ہو۔

viii- قانون کی حاکمیت کا اصول تسلیم کیا جائے۔ ملک کے تمام شہریوں کو برابر سطح پر قانونی تحفظ کی ضمانت ہو۔

ix- دستور کے تحت حکومت جائیداد۔ زمین وغیرہ کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کر سکتی ہے۔

x- ریاست کو کسی جائیداد' تجارت' کاروبار' صنعت یا ملازمت کو قومی ملکیت میں لینے یا کسی کارپوریشن کے سپرد کرنے کا اختیار ہے۔

پارٹی پالیسی کے اصول

سب سے پہلے سپین میں پالیسی کے اصولوں کو دستور کا حصہ بنایا گیا بعد میں کئی

www.bhutto.org

اور ممالک نے اسی اصول کو اپنایا کیونکہ پالیسی کے اصول حکومتی پارٹی کے اخلاقی۔ مذہبی۔ معاشی اور سیاسی نصب العین کو جاننے میں مدد دیتے ہیں۔ بھٹو نے جو پالیسی کے اصول وضع کیے وہ درج ذیل ہیں :

i- جہالت کا خاتمہ کیا جائے گا اور تعلیم عام کی جائے گی۔

ii- پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے اقدامات اٹھائے جائیں گے۔

iii- شراب نوشی اور جسم فروشی ممنوع ہو گی۔

iv- اخلاق سے گرے ہوئے لٹریچر پر پابندی ہو گی۔

v- اقلیتوں کو مساوی حقوق دیئے جائیں گے۔ انہیں مکمل تحفظ حاصل ہو گا۔

vi- سستا انصاف مہیا کیا جائے گا۔

vii- خاندان ماؤں اور بچوں کی حفاظت کی جائے گی۔

viii- خواتین کو معاشرے میں باعزت مقام حاصل ہو گا۔

ix- گروہی۔ مذہبی۔ لسانی اور علاقائی تعصبات کو ختم کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی جائے گی۔

x- روٹی، کپڑا، مکان، بنیادی سہولتیں اور اچھا معیار زندگی ہر فرد کا حق ہو گا۔

xi- دولت کی منصفانہ تقسیم کی جائے گی اور آجر و اجیر کے درمیان منصفانہ تعلقات کے فروغ کی کوشش کی جائے گی۔

xii- اگر کوئی فرد دستور کو منسوخ کرنے والے کا ساتھ دے گا یا منسوخ کرے گا تو وہ سنگین غداری کا مرتکب ہو گا۔

xiii- دستور میں غلامی اور جبری مشقت کو ممنوع قرار دیا جائے۔

xiv- کسانوں۔ مزدوروں کے حقوق کا مکمل تحفظ دیا جائے۔ کسانوں مزدوروں۔ سائنس دانوں اور دانشوروں کو مکمل نمائندگی دی جائے۔

آئین ایک ملک میں بسنے والے لوگوں کے درمیان چند ضروری اصولوں پر عمل کرتے ہوئے زندگی بسر کرنے کا معاہدہ ہوتا ہے وہ ملک کے لوگوں کو ایک سیاسی

www.bhutto.org

اقتصادی معاشرتی نظام کی لڑی میں پرو دیتا ہے۔ عدلیہ انتظامیہ اور مقننہ میں اختیارات کی تقسیم ایسے متوازن طریقے سے کی جائے کہ معاشرہ میں انصاف کا بول بالا ہو اور کسی ایک طبقہ یا شخص کو دوسرے طبقہ یا شخص کے استحصال کی جرات نہ ہو۔ نظریہ بھٹو میں انسانی بنیادی حقوق کی ضمانت ملتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شخصی آزادی اور عظمت انسانی لازم و ملزوم ہیں۔ اس آئین کے تحت کسی حکومت کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ کوئی ایسا قانون یا حکم صادر کرے جو بنیادی حقوق کے منافی ہو اور اگر کبھی ایسا ہو بھی جائے تو عدلیہ کو اختیار ہے کہ وہ ایسے حکم کو کالعدم قرار دے دے اور اس طرح عدلیہ کی بالادستی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ بھٹو جانتا تھا کہ اگر بنیادی حقوق حاصل نہ ہوں تو کوئی فرد آزاد معاشرے کا باعزت شہری نہیں ہو سکتا۔ بنیادی حقوق کے بغیر آزادی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ عوام کو بنیادی حقوق دینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ حکومت وقت کے لیے عوام کی عدالت قائم کر رہے ہیں۔

www.bhutto.org

بھٹو کے بارے میں رائے

مسٹر بھٹو ایک متنازعہ شخصیت ہے مگر ان کو انٹرنیشنل لیول کا ایک ذہین شخص ماننے سے کسی کو بھی انکار نہیں چاہے وہ بھٹو کا دوست ہو یا دشمن۔ بھٹو کے بارے میں چند آراء درج ذیل ہیں جس سے اس کے فہم و فراست کا ہم صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔

جناب اشفاق احمد خان جنہیں ویت نام کے لیے پاکستان کا سفیر نامزد کیا گیا تھا ان کے الفاظ ہیں "مسٹر بھٹو مختصر وقت میں ایسے کارنامے انجام دے رہے ہیں جو ایک عظیم قوم اور مضبوط ملک کی تشکیل پر منتج ہوں گے۔" انہوں نے ذوالفقار علی بھٹو کو ایشیا کا عظیم قائد قرار دیتے ہوئے کہا کہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر یہ مرد مجاہد بے حد تدبر اور دور اندیشی سے کام لے رہا ہے۔"

19 فروری 1971ء کو سابق صدر پاکستان ایوب خان نے ان الفاظ میں بھٹو کو خراج تحسین پیش کیا "انہیں یقین ہے کہ مسٹر بھٹو ملک کی سلامتی پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ سابق صدر نے کہا کہ انہوں نے اپنے دور اقتدار میں مسٹر بھٹو کو سمجھنے میں غلطی کی تھی جس کا انہیں شدت سے احساس ہے انہوں نے کہا کہ مسٹر بھٹو سچے محب وطن ہیں۔"

مجیب الرحمان جن کے چھ نکات کی وجہ سے ہمیں مشرقی پاکستان سے علیحدگی کا المیہ برداشت کرنا پڑا وہ بھی اس بات کے معترف تھے کہ "ذوالفقار علی بھٹو ایک عظیم شخصیت تھے جنہوں نے مجھے دو مرتبہ جیل سے رہائی دلوائی۔"

نواب اکبر خان بگٹی نے 17 ستمبر 1972ء کو کہا "بھٹو اس ملک کے لیے امید کی

آخری کرن ہیں۔ اگر انہیں وقت سے پہلے اقتدار سے ہٹا دیا گیا تو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارا مستقبل کیا ہو گا۔"

10 مئی 1973ء کو اس وقت کے شہنشاہ ایران جناب رضا شاہ پہلوی نے بھٹو کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کے تدبر۔ سیاسی بصیرت اور انتھک کوششوں کی تعریف کی۔"

"مجھے آج ایک ایسے سربراہ کا استقبال کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے جسے اٹلی میں عقیدت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اٹلی کے صدر نے کہا کہ وہ مسٹر بھٹو کو سلام پیش کرتے ہیں۔ بھٹو نے اپنی ہردلعزیز قیادت میں علاقہ میں دائمی استحکام کے لیے جو کوششیں شروع کر رکھی ہیں ہم ان کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔"

"13 جولائی 1973ء روم میں اٹلی کے صدر گیوان لبون کی تقریر"

بھٹو کی تصنیف "عوام کی سیاست" کی تقریب رونمائی سے خطاب کرتے ہوئے 22 ستمبر 1973ء کو ملتان میں سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خان نے کہا "ذوالفقار علی بھٹو نے عوام کے سیاسی شعور کو بیدار کیا ہے انہوں نے ہمیشہ ہی عوام کو طاقت کا سرچشمہ کہا ہے۔ ان کی سیاست عوامی ہے۔ مجھے جناب بھٹو کی تاریخ ساز شخصیت کی رفاقت میں کام کرنے کا شرف حاصل ہے۔ کسی لیڈر کی سیاست کے بارے میں حالات خود فیصلہ کرتے ہیں کہ اس کی سوچ عوامی تھی یا غیر عوامی اور اس نے جو کچھ سوچا تھا وہ صحیح تھا یا غلط کیونکہ زمانہ بہت بڑا نقاد ہے۔ جناب بھٹو نے جو باتیں آج سے کئی برس پہلے کہی ہیں وہ اب حرف بہ حرف پوری ہو رہی ہیں اور یہ ان کی سیاسی بصیرت کا ثبوت ہیں۔"

26 ستمبر 1973ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں ایرانی وزیر خارجہ خلعت باری نے خطاب کرتے ہوئے ان الفاظ میں مسٹر بھٹو کو خراج عقیدت پیش کیا۔

"جنوبی ایشیا میں اس وقت جو پرامن فضا پائی جاتی ہے اس کا سہرا مسٹر بھٹو کے سر ہے۔ ہمارے خطے میں سلامتی کے لیے ضروری ہے کہ برصغیر میں امن ہو۔ ایرانی وزیر

www.bhutto.org

خارجہ نے کہا "چند روز قبل ہم نے یہاں وزیراعظم بھٹو کی بصیرت افروز تقریر سنی۔ ہمیں معلوم ہے کہ برصغیر میں اس وقت جس پرامن فضا کا دور دورہ ہے وہ وزیراعظم بھٹو کے حوصلہ و جرات اور سوجھ بوجھ کا نتیجہ ہے۔ ہماری تمنا ہے کہ وہ امن اور دوسرے مسائل پر قابو پانے کی اپنی کوششوں میں کامیاب ہوں۔"

4 فروری 1972ء کو ایک پیغام میں سعودی عرب کے شاہ فیصل نے ایک پیغام میں کہا "صدر بھٹو اسلام کے معاشرتی انصاف کے اصولوں پر مبنی فلاحی مملکت کے قیام کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں ذوالفقار علی بھٹو اسلام کے سچے فرزند اور نہایت قابل شخصیت ہیں۔ اسلام میں علاقہ پرستی کی کوئی گنجائش نہیں جو لوگ علاقائی تعصبات ابھار کر ملکی سالمیت کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو اتحاد کی جتنی ضرورت اب ہے شاید کبھی نہ ہوئی ہو۔ انہوں نے مزید کہا کہ صدر بھٹو کے لیے سعودی عرب کے عوام میں خیر سگالی کے زبردست جذبات پائے جاتے ہیں۔"

15 نومبر 1972ء کے بھارت کے روزنامہ سٹیٹسمین کے مبصر مسٹر کلدیپ نیر نے ایک مضمون میں لکھا "بھٹو ایک آزاد قوم کا دانشمند لیڈر ہے بھٹو پر معاندانہ طرز عمل اختیار کرنے کے الزام کی نفی کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ ہر قوم اور ملک کے مفادات ہوتے ہیں اور اس قوم کے لیڈر کو قوم کے احساسات کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔"

22 نومبر 1972ء بی بی سی کے خصوصی نمائندے مسٹر وارکلی نے اپنے تبصرے میں لکھا "صدر بھٹو نے بھارت کی سیاسی چال کا جس پھرتی اور تاخیر کے بغیر جواب دیا اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ مسٹر بھٹو انتہائی دور اندیش۔ مدبر اور عظیم رہنما ہیں۔"

22 اکتوبر 1972ء اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاکستانی وفد کے رکن اے ایم جعفر نے کہا "جنوبی ایشیا کے ہنگامہ زدہ علاقے میں ذوالفقار علی بھٹو کی شخصیت امید کا چمکتا ہوا ستارہ ہے انہوں نے کہا کہ بھٹو جنوبی ایشیا میں پائیدار امن۔ ترقی و خوشحالی اور باہمی اعتماد کی فضا پیدا کرنے کے لیے جو کوششیں کر رہے ہیں ان میں عالمی رہنماؤں کو

www.bhutto.org

بھٹو کی مدد کرنی چاہیے۔"

لیبیا کے صدر جناب معمر قذافی نے 24 فروری 1974ء کو لاہور قذافی سٹیڈیم میں تقریر کرتے ہوئے ذوالفقار علی بھٹو کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور کہا "اسلامی سربراہی کانفرنس کے انعقاد اور کامیابی کا سہرا ذوالفقار علی بھٹو کے سر ہے۔ عالم اسلام کو چاہیے کہ وہ سب متحد ہو کر اس عظیم لیڈر کے نظریات کی پیروی کریں تاکہ مسلمان ممالک کا ایک مضبوط قلعہ بن جائے اور دشمن کبھی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہ کریں۔"

31 دسمبر 1965ء ذوالفقار علی بھٹو کے نام انڈونیشیا کے صدر سوئیکارنو کے ایک خط میں جن جذبات کا اظہار کیا گیا ہے وہ کچھ یوں ہے "نئی ابھرتی ہوئی قوتوں کی جدوجہد میں آپ ایک نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں میرا خدا آپ کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھے اور سامراجی اور استحصالی قوتوں کے خلاف آپ کے اقدامات اور جدوجہد میں آپ کی رہنمائی فرمائے آپ کی جدوجہد ہماری جدوجہد ہے۔"

مصر کے صدر جمال عبدالناصر نے بھٹو کو ایک تار بھیجا جس میں لکھا تھا۔ "آپ نے ایشیا اور افریقہ کے عوام کے لیے جو قابل قدر خدمات انجام دی ہیں میں ان کی تہ دل سے قدر کرتا ہوں۔ میں آپ کے خیالات و نظریات کا مداح ہوں۔ میں آپ کے لیے ہر چیلنج کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔"

قبرص کے صدر آرچ بشپ میکاریوس نے 17 مئی 1974ء کو ایک تقریر میں بھٹو کی تعریف کرتے ہوئے ان کی ان کوششوں کو سراہا جو انہوں نے برعظیم میں قیام امن اور حالات کو معمول پر لانے کے لیے کی تھیں انہوں نے بھٹو کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ بھٹو اس خطے میں امن و استحکام انسانی مسائل کے حل اور تعمیر نو کے لیے جو مخلصانہ اقدام اٹھا رہے ہیں قبرص کے عوام اس کے لیے آپ کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

30 اگست 1974ء کو ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا "ذوالفقار علی بھٹو

www.bhutto.org

کی قیادت میں پورے عالم اسلام اور خصوصاً مشرق وسطیٰ میں امن کے قیام کے لیے جو کردار ادا کیا ہے اسے تمام دنیائے اسلام قدر اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں عربوں کے مفادات کے لیے عموماً اور آزادی فلسطین کے لیے خصوصاً ان کا یہ کردار ایک سنہرے باب کی حیثیت سے لکھا جائے گا۔"

ماجد شمس الحسن کہتے ہیں کہ غالباً" انسانی تاریخ میں کوئی بھی انسان اپنی موت کے بعد عوام میں ایسا مقبول نہیں رہا جیسے کہ بھٹو۔ تاریخ میں انسان آئے اور گئے۔ کچھ لوگ تھوڑے عرصے تک یاد رہتے ہین اور کچھ موت کے فوراً" بعد ہی بھلا دیئے جاتے ہیں۔ وہ انسان معدودے چند ہوتے ہیں جو موت کے بعد لافانی بن جاتے ہیں۔ ایسے انسان روز روز نہیں پیدا ہوتے۔ صدیوں میں آتے ہیں۔ یہ لوگ مکمل انسان ہوتے ہیں اور ایک دوربین نگاہ رکھتے ہیں جناب بھٹو ان میں سے ایک تھے۔ انہوں نے ایک روشن مستقبل کی امید دی جب ہر طرف مایوسی کا دور دورہ تھا۔ جب تک وہ زندہ رہے ان کا ہر نقش قدم تاریخ کے اوراق پر ثبت ہو گیا اور مرنے کے بعد وہ خود تاریخ بن گئے۔

یہ طرفہ تماشا ہے کہ بھٹو کو مرے عرصہ گزر گیا اور جن اداروں نے اسے مارا ہے وہ اپنی صفائیاں دیتے دیتے تھک گئے ہیں۔ تاریخ عالم میں شاید ہی کوئی ایسی مثال ہو کہ جب ایک شخص کو سنگین جرم کی بنا پر سولی چڑھا دیا گیا تو اس کے بعد بھی اسے نظریاتی' اخلاقی اور اصول لحاظ سے مارنے' تباہ کرنے کی کوششیں جاری رہی ہوں۔ لیکن بھٹو کے مرنے کے بعد اسے مارنا مشکل ہو رہا ہے۔

جناب حنیف رامے کا نام پاکستانی عوام کے لیے کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ ایک سیاستدان اور کالم نویس ہی نہیں بلکہ ایک اعلیٰ پائے کے مفکر اور صاحب علم انسان ہیں اور میرے خیال میں ان کی تجزیہ نگاری بھی بے لاگ ہے بقول حنیف رامے کے "کیوں نہ بھٹو کو قومی لیڈر تسلیم کر لیا جائے کیونکہ ذوالفقار علی بھٹو کا حق ادا کیے بغیر تاریخ ہمیں راستہ نہیں دے گی۔ بھٹو کو ایک متفقہ' ممتاز اور معتبر لیڈر کے طور پر

www.bhutto.org

تسلیم کر لینے کے بعد ہی قوم کی یک جہتی کے رستے بھی روشن ہوں گے اور جمہوریت کو بھی استحکام ملے گا۔"

بیگم نصرت بھٹو ان الفاظ میں اپنے شوہر اور ان کے مشن کو خراج تحسین پیش کرتی ہیں۔

"مجھے اس بات پر فخر ہے کہ جن عوام کی محبت اور مفاد کو بھٹو صاحب اپنے سینے سے لگائے رہے انہوں نے اس خلوص کی لاج رکھی اور آمریت کے بہترین دور میں بھی وہ ان کے اصولوں' ان کی پارٹی اور ان کے کنبے کے ساتھ رہے۔ انہوں نے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں خون کی' گھربار کی' ملازمتوں کی تازیانوں کی اذیتیں سہیں اور تختہ دار تک طویل مسافتیں طے کیں لیکن کسی مرحلے پر بھی بھٹو ازم میں اپنے یقین کو کمزور نہ ہونے دیا۔

سید قائم علی شاہ وزیراعلیٰ (سابق) سندھ کے الفاظ "عظیم انسان وہ ہیں جن کی زندگی مشعل راہ ہے اور جن کی موت نشان راہ--- قیامت تک کے لیے۔

پاکستان کے عوام کی 20 سال تک مسلسل خدمت کرنے والا عالمی شہرت اور وقار کا مالک جو اپنی ذہانت کے باعث ساری دنیا سے خراج تحسین حاصل کرتا رہا۔ جس نے پاکستان کے گل ہوتے ہوئے چراغ کو اپنے لہو سے روشن کیا تھا۔ اپنے ہی وطن میں اپنے ہی لوگوں کے درمیان عدالت عظمیٰ کے ایک اختلافی فیصلے کے باوجود 4 اپریل 1979ء کو ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی کے پھانسی گھاٹ پر قتل کر دیا گیا۔ شہادت کے وقت بھٹو کی عمر 51 سال تین ماہ تھی۔ عملی سیاست میں وہ 1957ء سے 1979ء تک یعنی 22 سال رہے۔ انہوں نے حکومتی امور میں شمولیت کے پہلے دور میں یعنی 1957ء سے 1966ء تک تقریباً" دس سال متحدہ پاکستان کی مختلف وزارتوں میں وطن عزیز کی خدمت کی۔ 20 دسمبر 1971ء سے 5 جولائی 1977ء تک پانچ سال چھ ماہ اور پندرہ دن پاکستان کے صدر اور وزیراعظم کی ذمہ داریاں انجام دیں۔ جناب بھٹو پر آج تک تقریباً" 200 سے زائد کتابیں تحریر کی جا چکی ہیں۔ دنیا کے متعدد ممالک میں مختلف زبانوں میں کتابیں

www.bhutto.org

شائع ہوتی ہیں' ہر سال 5 جنوری جناب بھٹو کے یوم ولات کے ساتھ ساتھ پاکستان میں جمہوریت کی تاریخ کے حوالے سے ہمیشہ منایا جائے گا۔ پاکستان کی تاریخ ذوالفقار علی بھٹو کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

تحریر: اقبال یوسف روزنامہ جنگ

5 جنوری 1996ء

وسکن کہتا ہے کہ "سچی بات تو یہ ہے کہ جو شخص یہ نہیں جانتا کہ اسے مرنا کب ہے وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ اسے کیسے جینا ہے۔ قدرت انسان کو مرنے کے وقت سے کبھی آگاہ نہیں کرتی جب بلاوا آ جائے وہ انسان رخصت ہو جاتا ہے مگر لگتا ہے بھٹو کو اس موقع سے نوازا گیا اور اس نے اس موقعے کو پوری گرمجوشی فخر اور عظمت کے ساتھ قبول کر لیا۔ کب مرنا ہے صرف آسمانی آواز ہو سکتی ہے۔ وہ عوام کا لاکھوں کا آدمی تھا اور پھانسی کی کوٹھڑی میں تن تنہا دیکھنے والوں کے لیے یہ عذاب سے کم نہ تھا مگر اس کے لیے تحفہ آسمانی تھا۔ یہ تنہائی اسے فرشتوں اور غیر فانی ہونے والوں کی سطح پر لے گئی اب عوام کا جم غفیر بے بس تھا ظالم اپنے ظلم کی انتہا کر چکا تھا اور بھٹو اپنی پسند کی موت کو گلے لگانے کے لیے تیار تھا۔

www.bhutto.org

بھٹو کے حوالے سے چند اہم خطوط

26 اپریل 1945ء میں قائداعظم کے نام خط سے ایک اقتباس۔

"میں ابھی سکول میں پڑھتا ہوں اس لیے اپنے مقدس وطن کے قیام میں عملی مدد نہیں دے سکتا مگر وہ وقت آنے والا ہے جب میں اپنے وطن کے لیے اپنی جان بھی قربان کر دوں گا۔ مسلمانوں پر یہ حقیقت کھل جانی چاہیے کہ ہندو نہ کبھی ہم سے مل سکتے ہیں نہ کبھی ملیں گے وہ ہمارے قرآن پاک اور نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمن ہیں۔ ہم پر یہ حقیقت آشکارا ہو جانی چاہیے۔"

1947ء میں ایک اور خط میں قائداعظم کو انہوں نے لکھا جس میں تجویز پیش کی گئی کہ پاکستان کو فلسطینیوں کی مدد کے لیے اپنے مجاہد بھیجنے چاہئیں اور مجاہدوں کے دستے میں مجھے بھی شامل کیا جائے۔

4 ستمبر 1976ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے تیسری دنیا کے ایک سو سے زیادہ ممالک کے سربراہان کو ایک تفصیلی خط لکھا۔ اس خط میں انہوں نے تیسری دنیا کے مسائل کا ذکر کیا اور لکھا کہ تیسری دنیا کے ممالک کو اپنے مسائل خود حل کرنا ہوں گے اور اس مقصد کے لیے رنگ، نسل اور نظریئے کے تعصب کو بالائے طاق رکھ کر ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونا ہوگا۔ بھٹو نے اس خط میں تیسری دنیا کے ممالک کی سربراہ کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پیش کی تاکہ تیسری دنیا کے ممالک اپنے مسائل کے حل کے لیے مستقل بنیادوں پر ایک مشترکہ پلیٹ فارم دے سکیں۔ جناب بھٹو نے اپنے خط کے آخر

www.bhutto.org

میں لکھا۔ "اگر امیر ممالک اپنی دولت اور ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر اپنا غلبہ برقرار رکھنے کے لیے متحد ہو سکتے ہیں تو غریب قومیں متحد کیوں نہیں ہو سکتیں۔"

سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی طرف سے 28 نومبر 1978ء کو لیبیا کے صدر قذافی کے نام راولپنڈی جیل سے لکھے جانے والے ایک تاریخی غیر مطبوعہ خط کا انکشاف ہوا ہے جو صدر قذافی سے پہلے امریکی سی آئی اے اور بھارتی خفیہ ایجنسی "را" کے پاس پہنچ گیا تھا یہ انکشاف "را" کے ایک سابق افسر بلبیر سنگھ نے "جنگ" کے ساتھ انٹرویو میں کیا ہے بلبیر سنگھ نے 1968ء سے 1984ء تک "را" کے لیے کام کیا جس کے بعد سکھ علیحدگی پسندوں کی مدد کرنے کے الزام میں اسے "مشکوک" قرار دے دیا گیا لہٰذا وہ فرار ہو کر امریکہ چلا گیا جہاں 1987ء میں اسے لیبیا کے لیے جاسوسی کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تاہم الزام ثابت نہ ہونے پر رہا کر دیا گیا۔ سنگھ کا کہنا ہے کہ وہ آج کل امریکی ڈرگ انفورس منٹ ایجنسی کے لیے مشرق وسطیٰ میں کام کرتا ہے اور مشرق وسطیٰ کے راستے امریکہ سمگل ہونے والی منشیات پر نظر رکھتا ہے گذشتہ دنوں وہ منشیات کے ایک سمگلر کا پیچھا کرتے ہوئے پاکستان آ گیا بلبیر سنگھ اپنی یادداشتوں پر مبنی کتاب "ہم آزادی کیوں چاہتے ہیں" لکھ رہا ہے اور اسی کتاب میں ذوالفقار علی بھٹو کا خط بھی شائع کر رہا ہے۔ بلبیر سنگھ نے ذوالفقار علی بھٹو کی طرف سے انگریزی میں لکھے ہوئے پانچ صفحات پر مشتمل خط کی نقل "جنگ" کو دکھائی اور بتایا کہ بھٹو کا یہ خط ان کے وکیل دوست محمد اعوان جیل سے باہر لائے تھے۔ دوست محمد اعوان پی ایل او اور بھٹو صاحب کے درمیان پیغام رسانی کرتے تھے پی ایل او بھٹو صاحب کو راولپنڈی جیل سے فرار کروانا چاہتی تھی اس سلسلے میں پی ایل او کے بعض عہدیدار اسلام آباد پہنچ گئے تھے جن کا مسٹر اعوان کے ساتھ رابطہ تھا ان میں ایک فلسطینی ڈاکٹر تھا جو دراصل امریکی سی آئی اے کا ایجنٹ تھا اور میرا دوست تھا۔ مسٹر اعوان نے فلسطینی ڈاکٹر سے کہا کہ کیا وہ ایک خط صدر قذافی تک پہنچا سکتا ہے تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ 28 نومبر 1978ء کی شام راولپنڈی کے فلیش مین ہوٹل میں

www.bhutto.org

مسٹر اعوان نے فلسطینی ڈاکٹر کے حوالے ایک خط کیا۔ طے یہ پایا تھا کہ فلسطینی ڈاکٹر یاسر عرفات کے ذریعہ یہ خط قذافی کے حوالے کرے گا اسی رات ڈاکٹر نے مجھے بتایا کہ اسے مسٹر اعوان نے جو خط دیا ہے وہ بھٹو صاحب کا ہے میں نے اس خط کی ایک نقل 10 ہزار ڈالر میں خرید لی۔ بلبیر سنگھ نے بتایا کہ وہ ان دنوں اسلام آباد میں مصر کے ایک اخبار "الاہرام" کے نمائندے کے طور پر آیا ہوا تھا اس نے اپنی خبروں کے پیکٹ میں خط کی نقل قاہرہ بھیجی جہاں سے وہ نقل بھارتی حکام کو فراہم کر دی گئی۔ بلبیر سنگھ نے بتایا کہ انہیں دنوں فلسطینی ڈاکٹر کے ساتھیوں کو شک ہو گیا کہ ان کا ساتھی امریکہ کے لیے کام کر رہا ہے کچھ دنوں کے بعد ڈاکٹر اسلام آباد میں قتل ہو گیا لہٰذا میں بھی پاکستان سے فرار ہو گیا۔ قاہرہ پہنچ کر اس نے خط کی ایک نقل اپنے پاس محفوظ کر لی۔

خط کے آغاز میں بھٹو نے کہا ہے "مائی ڈیئر قذافی! خدا آپ کو ان سازشوں سے محفوظ رکھے جن کا شکار میں ہو گیا" خط میں کہا گیا ہے کہ لاہور کا قذافی سٹیڈیم پاک لیبیا دوستی کی عظیم یادگار ہے آپ پاکستان کے عظیم محسن ہیں آپ نے 1976ء میں پاکستان کے ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو اسرائیل کی طرف سے قتل کرنے کی سازش سے آگاہ کر کے پاکستانی قوم پر عظیم احسان کیا آپ نے بھارت کے ساتھ اپنے پرانے تعلقات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسئلہ کشمیر پر ہماری حمایت کی۔ آپ نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے لیے امداد مہیا کی۔ آپ کے اور میرے اکثر خواب سانجھے ہیں۔ ہم دونوں اپنے ملک کے غریبوں کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھنا چاہتے ہیں ہم دونوں عالمی امن کے قیام کے لیے اسلامی بم کو ضروری سمجھتے ہیں اور ہم دونوں نہ صرف اسلامی دنیا بلکہ تیسری دنیا کا اتحاد چاہتے ہیں فرق یہ ہے کہ آپ آج بھی یہ سب کچھ چاہتے ہیں لیکن میں کچھ عرصے تک ماضی کی ایک داستان بن جاؤں گا اور پھر جب کبھی آپ مجھے یاد کیا کریں گے تو سوچیں گے کہ بھٹو بھی وہی کچھ چاہتا تھا جو میں چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ آپ اسلامی بم اور تیسری دنیا کے اتحاد کا خواب پورا کرنے کے

www.bhutto.org

لیے خود کوششیں شروع کر دیں میں نہیں جانتا کہ میرے بعد پاکستان کا ایٹمی پروگرام جاری رہے گا یا نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ اگر لیبیا' عراق' الجزائر' شام اور سوڈان مل کر اسلامی بم کے لیے کام کریں تو مناسب ہوگا۔ خط میں کہا گیا ہے کہ جنرل ضیاء الحق چاہتا ہے کہ میں پاکستان چھوڑ دوں لیکن میں پاکستان نہیں چھوڑوں گا میں جانتا ہوں کہ اس کا نتیجہ موت ہے لیکن میں آپ ہی کی طرح موت سے نہیں ڈرتا میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جنرل ضیاء الحق امریکی دباؤ پر ایٹمی پروگرام کو لپیٹ نہیں سکے گا اسے فوج کے اندر سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا تاہم وہ ایٹمی پروگرام کی رفتار میں کمی کر دے گا لیکن جب اس خطے میں امریکہ کو جنرل ضیاء الحق کی ضرورت نہیں رہے گی تو ضیاء کو اگلے جہان بھیج دیا جائے گا مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ آپ نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں وزیراعظم کی حیثیت سے سختی سے کام لوں اور مولویوں اور امیر لوگوں کو لگام ڈالوں لیکن میں نے آپ کے مشورے پر پوری طرح عمل نہیں کیا کیونکہ میری ایک مجبوری تھی جب میں نے اقتدار سنبھالا تو پاکستان کا ایک بازو کٹ چکا تھا ملک میں حالات بے یقینی کا شکار تھے اس کے باوجود میں نے نیشنلائزیشن اور زرعی اصلاحات کے ذریعہ غریبوں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی آپ کے مشورے پر 1977ء میں حد ملکیت اور کم کر دی گئی لیکن ساتھ ہی ساتھ میں نے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو پارٹی میں شامل کرنا شروع کر دیا تاکہ جب ان کی زمینوں اور صنعتوں پر ہاتھ ڈالا جائے تو وہ چوں چراں نہ کریں میں پاکستان میں ایک بڑی سماجی تبدیلی کے لیے محنت کش طبقے کو منظم کرنا چاہتا تھا اور یہ بھی چاہتا تھا کہ طبقاتی جنگ شدت اختیار نہ کرے تاکہ ملک میں خانہ جنگی پیدا نہ ہو۔ یہی میری غلطی تھی۔ خانہ جنگی کے خطرے سے ڈر کر میں نے محنت کش طبقے کو منظم کرنے میں دیر کر دی۔ آج اگر محنت کش طبقہ منظم ہوتا تو پاکستان کی سڑکوں پر ذوالفقار علی بھٹو کی رہائی کے لیے مسلح جنگ ہو رہی ہوتی لیکن مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے محنت کش طبقے کو زبان دے دی میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں اپنے ملک کے عوام کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہوں گا لیکن مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ

www.bhutto.org

میرے خلاف سازش کرنے والے ہنری کسنجر کا ساتھ ایک پاکستانی جرنیل نے دیا اس جرنیل نے 6 فروری 1976ء کو کراچی سے اسداللہ مینگل کو اغواء کروا کر قتل کروا دیا۔ یہ سازش جنرل ضیاء اور لیفٹیننٹ جنرل اکبر نے کی۔ ٹکا خان نے مجھے اس سازش سے آگاہ کیا لیکن جنرل ضیاء نے کہا کہ سر غلطی ہو گئی ہم تو صرف گرفتار کرنا چاہتے تھے لیکن گولی چل گئی اب مجھے پتہ چلا کہ اسداللہ مینگل کو قتل کرنے کا مقصد میرے خلاف عوامی تحریک کے لیے ماحول بنانا تھا میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی جرنیل کبھی ایسی غلطی کرے تو پتہ کریں کہ وہ امریکیوں سے تو نہیں ملتا اور اگر ملتا ہو تو اسے فوراً فارغ کر دیں ورنہ یا تو آپ خود فارغ ہو جائیں گے یا پھر انور السادات بن کر زندہ رہنا پڑ گا اور امریکہ و اسرائیل کے سامنے سر جھکانا پڑ گا بھٹو نے اپنے خط میں لکھا کہ بھارت کبھی مسلمانوں کا دوست نہیں بن سکتا اس لیے بھارت پر اعتماد نہ کرنا۔ وہ مالی مفادات کے لیے عربوں کی خوشامد کرتا ہے اور جب بھی موقع ملا اسرائیل کے ساتھ مل کر عربوں کو نقصان پہنچائے گا میری تجویز ہے کہ آپ عرب ممالک کے درمیان ایک مشترکہ اقتصادی منڈی کا تصور دیں' اس منڈی کو اسلامی منڈی میں اور پھر تیسری دنیا کی منڈی میں تبدیل کر دیں تاکہ مغرب کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کا توڑ کیا جا سکے خط میں کہا گیا ہے کہ یاسر عرفات کے ساتھ غلط فہمیاں دور کر لیں اور اس کی مدد کریں اس سلسلے میں حافظ الاسد اہم کردار ادا کر سکتے ہیں پی ایل او مجھے گوریلا ایکشن کے ذریعہ بھارت کے راستے فرار کروانا چاہتی ہے لیکن میں بھارت کے راستے فرار نہیں ہونا چاہتا آپ کا پیغام بھی ملا تھا فی الحال آپ "اس" منصوبے پر کام نہ کریں ایسی صورت میں فوج کے اندر لڑائی شروع ہو جائے گی میں جانتا ہوں فوج میں میرے حامی افسران ضیاء کو سبق سکھانا چاہتے ہیں لیکن ایسی صورت میں بہت خون خرابہ ہوگا اور بہت جانیں ضائع ہوں گی۔ آپ سے گزارش ہے کہ اگر کبھی میری بیوی اور بچوں کو آپ کی مدد کی ضرورت پڑے تو ان کی مدد ضرور کریں۔

بلبیر سنگھ نے بھٹو کے خط کا ایک صفحہ دکھانے سے گریز کیا اور کہا کہ میری

www.bhutto.org

کتاب کے لیے بھی کچھ رہنے دو۔ بلبیر سنگھ نے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو بڑے عظیم آدمی تھے انہوں نے مشرقی پنجاب کے سکھوں کے لیے بھی بہت کچھ کیا لیکن افسوس کہ ان کی بیٹی بے نظیر بھٹو نے ہمیں مایوس کیا ہے بے نظیر نے سکھوں کے متعلق بیان دے کر سکھوں کی دشمنی مول لے لی ہے اس نے کہا کہ سکھوں کے متعلق بیان سے کشمیری حریت پسندوں کو بھی نقصان ہوا ہے اب سکھوں نے ان کی مدد کرنی بند کر دی ہے بلبیر سنگھ نے کہا کہ پاکستان میں ڈرگ مافیا بہت مضبوط ہے اور بے نظیر نے ڈرگ مافیا کے ساتھ بھی "متھا" لگا لیا ہے لیکن حکومت کمزور ہے لہٰذا امکان یہی ہے کہ ڈرگ مافیا اور اپوزیشن مل کر بے نظیر کی چھٹی کروا دیں گے ان حالات میں بے نظیر کو صرف امریکہ بچا سکتا ہے لیکن بے نظیر کے لیے امریکہ کی شرائط ماننا بہت مشکل ہے کیونکہ راستے میں فوج آتی ہے بلبیر سنگھ اردو' پنجابی' انگریزی کے علاوہ عربی بھی بول سکتا ہے اس نے اپنی داڑھی 1972ء میں منڈوا دی تھی اور 1987ء میں دوبارہ رکھ لی۔ بلبیر سنگھ نے دعوی کیا کہ وہ اپنی کتاب میں "را" کے بہت سے ایجنٹوں کو بے نقاب کرکے بھارت کو "وخت" ڈال دے گا۔ اس نے کہا 1998ء تک کشمیر اور مشرقی پنجاب آزاد ہو جائیں گے۔

4 ستمبر 1976ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے تیسری دنیا کے ایک سو سے زیادہ ممالک کے سربراہان کو ایک تفصیلی خط لکھا۔ اس خط میں انہوں نے تیسری دنیا کے مسائل کا ذکر کیا اور لکھا کہ تیسری دنیا کے ممالک کو اپنے مسائل خود حل کرنا ہوں گے اور اس مقصد کے لیے رنگ' نسل اور نظریئے کے تعصب کو بالائے طاق رکھ کر ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونا ہوگا۔ بھٹو نے اپنے مذکورہ تاریخی خط میں تیسری دنیا کے ممالک کی سربراہ کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پیش کی تاکہ تیسری دنیا کے مالک اپنے مسائل کے حل کے لیے مستقل بنیادوں پر ایک مشترکہ پلیٹ فارم تشکیل دے سکیں۔ ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے خط کے آخر میں لکھا "اگر امیر ممالک اپنے دولت اور ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر اپنا غلبہ برقرار رکھنے کے لیے متحد ہو سکتے ہیں تو غریب قومیں متحد کیوں نہیں ہو

www.bhutto.org

سکتیں۔" واضح رہے کہ اس سے قبل ذوالفقار علی بھٹو کی کوششوں سے اسلامی ممالک کی سربراہ کانفرنس منعقد ہو چکی تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے خط میں لکھا کہ میں کوئی جذباتی بات نہیں کر رہا۔ یہ میری دیانتدارانہ رائے ہے۔ انہوں نے مزید لکھا کہ "تم میں اور اندرا گاندھی میں ایک شے مشترک ہے کہ تم دونوں یکساں طور پر بہادر ہو تم دونوں کی قوت ارادی فولادی ہے اور تم دونوں ذہین ہو لیکن تم ایک ایسے معاشرے میں زندہ ہو جہاں ذہانت نقص شمار ہوتی ہے اور معمولی ذہانت اثاثہ سمجھی جاتی ہے۔ تمہارے دادا نے مجھے فخر کی سیاست سکھائی اور تمہاری دادی نے مجھے غربت کی سیاست کا سبق دیا۔ پیاری بیٹی! میں تمہیں صرف ایک پیغام دینا چاہتا ہوں۔ یہ پیغام آنے والے دنوں کا پیغام ہے کہ صرف عوام پر یقین کرو۔ ان کی نجات اور مساوات کے لیے کام کرو۔ اللہ تعالیٰ کی جنت تمہاری والدہ کے قدموں تلے ہے اور سیاست کی جنت عوام کے قدموں تلے ہے۔" بھٹو نے اپنے خط میں بیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ "تم اس وقت تک بڑی نہیں ہو سکتیں جب تک زمین چومنے کے لیے تیار نہ ہو جاؤ یعنی عاجزی کا رویہ اختیار نہ کرو۔ تم زمین کا دفاع نہیں کر سکتیں جب تک زمین کی خوشبو سے واقف نہ ہو جاؤ۔ عوام کی تمناؤں کے ساتھ ہمیشہ ہم آہنگ رہنا" یہ خط ثابت کرتا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹوی چشم تصور میں اپنی موت اور اپنی موت کے بعد اپنی بیٹی بے نظیر بھٹو کو ایک قومی لیڈر کے روپ میں دیکھ رہے تھے۔

www.bhutto.org

دوسرا رخ

بھٹو نے جو نظریہ دیا اور جس طرح اقتدار میں آنے کے بعد اس کو عملی جامہ پہنایا بلاشبہ اس نظریے سے غریبوں' مزدوروں' کسانوں' غرضیکہ ہر استحصال شدہ طبقے میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ ان میں خودی کا احساس جاگا۔ خود اعتمادی کی فضا قائم ہوئی۔ صدیوں سے پسنے والے طبقے کو معاشرے میں باعزت مقام ملا۔ ان کو سر اٹھا کر چلنے کا سلیقہ آ گیا مگر اس کتاب کو لکھنے کا مقصد مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو فلاسفر ثابت کرنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی ہے کہ کیا وہ نظریہ جو بھٹو نے پیش کیا یا وہ فلسفہ جس کا پرچار مسٹر بھٹو کرتے رہے' اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے بے تاب رہے کیا وہ تمام نقائص سے پاک ایک ایسا فلسفہ تھا جسے دنیا کے ہر معاشرے میں Apply کیا جا سکے یا اس فلسفے سے دنیا امن اور آشتی کا گہوارہ بن جائے گی۔ آیئے ہم اس فلسفے کے دوسرے رخ پر بھی کچھ ناقدانہ نظر ڈالیں۔

1- طبقاتی نظام کا خاتمہ

اگر ہر معاشرے سے طبقاتی نظام کو ختم کر دیا جائے تو پھر مقابلے کی خواہش بھی ختم ہو جاتی ہے کوئی کسی سے آگے نکلنے کی کوشش نہیں کرتا۔ قومی مفادات کی بجائے انفرادی مفادات کی سوچ جنم لیتی ہے۔ سرمایہ کار صنعتکاروں اور تاجروں میں بددلی اور بے یقینی کی صورتحال پیدا ہوتی ہے۔ یہ سوچے بغیر کہ سرمایہ دار کن ذرائع سے دولت جمع کرنے میں کامیاب ہوا ہے غریب اس کی کمائی پر اپنا حق سمجھتے ہیں اور نوبت لوٹ کھسوٹ تک بھی آ سکتی ہے۔

www.bhutto.org

ہڑتالیں، گھیراؤ، جلاؤ

مزدور یونینیں بنانے سے جہاں مزدور کے حقوق کو تحفظ ملتا ہے وہاں انہیں اتنی طاقت بھی مل جاتی ہے کہ وہ بات بے بات ملیں بند کروا دیں۔ مہینوں ہڑتال کیے رکھیں۔ ملیں کھلنے پر اپنے نہ کیے ہوئے کام کی بھی اجرت مانگیں اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے مطالبات منوانے کی خاطر نہ صرف ہڑتالیں کریں بلکہ نوبت گھیراؤ اور جلاؤ تک جا پہنچے جس کی وجہ سے نقصان سرمایہ دار کا تو ہوتا ہی ہے مگر اصل نقصان تو ملک و ملت کا ہوتا ہے۔

جلسے جلوس

تعلیمی اداروں، سیاستدانوں، مزدوروں، مزارعوں کو کھلے عام جلسے جلوس اور ہلڑ بازی کا ایک موقع ہاتھ آ جاتا ہے اور مختلف النوع قسم کی نعرے بازیاں اور ان میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی رسم پڑتی ہے۔ چونکہ فوری (at the spot) طور پر جو کچھ ہو رہا ہوتا ہے اس پر قابو نہیں پایا جا سکتا اور اگر ایسا کیا جائے تو لاء اینڈ آرڈر کی situation پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں پولیس اور انتظامیہ کے لیے نفرت کے جذبات ابھرتے ہیں اور لاقانونیت کو شہ ملتی ہے۔

آزادی صحافت

بلاشبہ صحافت کی آزادی کسی بھی معاشرے کے مہذب اور ترقی یافتہ ہونے کی علامت ہے مگر کیا کیجئے ان Negative سوچ رکھنے والوں کا کہ جو ہر قسم کی آزادی کا مطلب صرف یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آزادی صرف ان کے لیے ہے صحافت کی آزادی سے حکومتیں تو کم اور اپوزیشن ہمیشہ زیادہ فائدہ اٹھاتی ہے۔ کیونکہ اخبار کو تو مرچ مصالحہ مل جاتا ہے جس سے اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا ہے مگر اس مقبولیت کے ساتھ ساتھ۔ ڈس انفارمیشن۔ افواہیں۔ پراپیگنڈہ اور ایک بے یقینی کی سی صورتحال بھی پیدا ہو جاتی

www.bhutto.org

ہے۔ اور بغیر ثبوت کے کسی بھی شریف آدمی کی پگڑی اچھالی جا سکتی ہے۔

تعلیمی پالیسی

نظریہ بھٹو کے مطابق حقوق پر تو بہت زور دیا گیا مگر اس حقوق کی جنگ میں فرائض سے غفلت کا پہلو بھی نکلتا ہے تعلیمی اداروں میں سٹوڈنٹ یونین اس قدر مضبوط ہو جاتی ہیں کہ اس جوان خون کو جوش دلانے کے لیے ملک دشمن عناصر غلط ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں اور طلباء کا دھیان تعلیم کی بجائے سیاست کے رخ پر ہو جاتا ہے اور تعلیمی ادارے سالہا سال ہڑتالوں کی نظر ہو جاتے ہیں یہی طریق کار امتحانات سے بچنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

سرمایہ کاری

بھٹو کے نظریات سرمایہ دارانہ نظام کے مخالف ہیں جس کی بنا پر سرمایہ دار اپنا سرمایہ اپنے ملک میں لگانے سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں وہ اسے یا تو دوسرے ممالک میں منتقل کرنا شروع کر دیتے ہیں جہاں وہ اسے زیادہ محفوظ سمجھیں یا پھر اس طرح کی Investments کرتے ہیں جس سے زیادہ فائدہ عوام کو نہیں بلکہ صرف خود اُن کو پہنچے۔ سرمایہ کاری میں کمی کا یہ پہلو لازماً حکومتی خزانے پر اثر انداز ہوتا ہے۔

نیشنلائزیشن

بھٹو نے بڑی بڑی صنعتوں۔ تعلیمی اداروں۔ بینکوں وغیرہ وغیرہ کو نیشنلائز کرنے پر جو زور دیا اس کے کئی منفی پہلو بھی ہیں۔ پہلی بات تو یہی کہ جن افراد نے سرمایہ لگا کر یہ صنعتیں یا ادارے قائم کیے ہوں وہ حکومت وقت کے مخالف ہو جائیں گے اور مزید سرمایہ کاری کو روک دیں گے۔ اسی طرح نئے سرمایہ کار بھی اس طرح کی صنعتیں لگانے سے گریز کریں گے۔ پھر سب سے بڑا نقصان یہ ہو گا کہ وہ صنعتیں یا ادارے جن کو نیشنلائز کیا جاتا ہے چونکہ وہاں کا سٹاف اور ورکرز گورنمنٹ ملازم

www.bhutto.org

ہو جاتے ہیں تو ان کی توجہ محنت سے ہٹ جاتی ہے اور وجہ وہی ہے کہ مقابلے کی دوڑ ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے output میں کمی آنے کے ساتھ ساتھ Quality of work and product بھی متاثر ہوتی ہے۔

پیسے کی بہتات اور جہالت

غریبوں' مزدوروں اور کسانوں کو جاگیرداروں' سرمایہ داروں' صنعتوں اور اداروں میں حصہ دار بنائے جانے میں تو کوئی حرج نہیں مگر اصل مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی طبقے کے پاس تعلیم کی کمی ہو یا جہالت کی زیادتی اور اسے بغیر محنت کے یا کم محنت کے معاوضے میں اس کی ضروریات سے بھی بڑھ کر پیسہ ہاتھ لگ جائے تو شاید وہ نسل جو شروع سے محنت کی عادی تھی تو اس پر شکر گزار ہو گی کہ چلو خدا نے ان کے دن پھیرے مگر آنے والی نسلیں اس پیسے کی ریل پیل اور چکا چوند سے اندھی ہو جاتی ہیں اور یوں بچے تعلیم پر توجہ نہیں دیتے۔ مزدور کام پر توجہ نہیں دیتا۔ کسان صرف اپنے حصے پر محنت کرتا ہے اور اس کھلے پیسے سے معاشرے میں مختلف قسم کی برائیاں جنم لیتی ہیں لہٰذا غربت کے ساتھ ساتھ ہی نہیں بلکہ اس سے بھی پہلے جہالت کے خلاف جنگ کی جانی چاہیے۔

نظریہ بھٹو کے اس منفی پہلو پر ایک نظر ڈالنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ یہ نظریہ قابل عمل نہیں مگر یہ تو Use and abuse والی بات ہے کہ کیا ہم اگر آزادی کو اپنا حق سمجھتے ہیں تو کہیں اس آزادی کی حفاظت کرنے کے فرض سے تو غافل نہیں ہو جاتے اور اگر سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت کرتے کرتے کہیں خود تو ان برائیوں کا حصہ نہیں بن جاتے کیونکہ بھٹو ہی کے الفاظ ہیں "سرمایہ دارانہ نظام یا مغربی طاقتوں کی مخالفت اور پسے ہوئے طبقے کو اوپر لانے سے میری مراد یہ نہیں کہ ہم ان بڑی طاقتوں پر حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ دنیا میں ایک ایسا منصفانہ نظام قائم ہو جس میں ہر شخص محنت کرے اپنے فرائض ایمانداری سے ادا

www.bhutto.org

کرے اور کوئی کسی کا حق نہ چھینے۔"

منصفانہ نظام کا مطلب بھی یہی ہے کہ غریب غریب تر اور امیر امیر ترین نہ بنتا جائے بلکہ ایک متوازن راستہ اختیار کیا جائے جہاں سب کو اپنے فرائض ادا کرنے کا احساس ہو اور اس کے بعد اپنے حقوق حاصل کرنے کا شعور ہو ذہنی اور معاشی پسماندگی کسی کا بھی مقدر نہ ہو۔

www.bhutto.org

فلسفہ زندگی و موت

ہم روح سفر ہیں ہمیں ناموں سے نہ پہچان
کل اور کسی نام سے آ جائیں گے ہم لوگ

بھٹو کی پھانسی کسی فرد واحد کی سزائے موت نہ تھی بلکہ پوری قوم (پاکستانی) اور عالم اسلام کے گلے پر چھری پھیری گئی تھی۔ مسلمانان عالم کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا گیا تھا کیونکہ بھٹو کو ختم کرنے کے بہت سے مقاصد تھے جن میں یہودی اور عیسائی طاقتیں کافی حد تک کامیاب بھی رہیں۔ بھٹو وہ بت شکن تھا جس نے ڈکٹیٹروں' جاگیرداروں' وڈیروں اور نام نہاد ملاؤں کو للکارا۔ بھٹو جانتا تھا کہ وہ جن استحصالی قوتوں کے خلاف لڑ رہا ہے وہ اسے سزا ضرور دیں گی اسی لیے وہ شاید بہت بے چین رہتے تھے۔ بہت زیادہ محنت کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ انہیں جوانی میں ہی خدا کے حضور حاضری کے لیے بلا لیا جائے گا اور اسی سوچ کے تحت وہ جلد از جلد اپنے نظریات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے تھے۔

بھٹو کی مستقبل پر نہایت گہری نظر تھی ان کی کی ہوئی سیاسی پیشین گویاں ان کے دور میں بھی سچ ثابت ہوئیں اور بعد میں بھی۔ وہ یہ جانتے تھے کہ انہوں نے کس خطرے کو دعوت دی ہے مگر پھر بھی ان کے اپنے ہی الفاظ میں "میں اپنے آپ اور اپنے خاندان کو اتنے بڑے خطرے میں اس لیے ڈال رہا ہوں تاکہ ایک فلاحی نظام قائم کر سکوں۔ ان لوگوں کے لیے خوشیاں لا سکوں جو اس لفظ کے معنی سے بھی آشنا نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آنسو ہمیشہ بہتے رہیں گے لیکن میں چاہتا ہوں کہ کم آنسو بہیں اور کم تلخی کے ساتھ۔"

بھٹو نے بنگلہ دیش کے بارے میں کہا تھا کہ وقت بتائے گا کہ مسلم بنگال کو بھارت

www.bhutto.org

کچھ نہیں دے سکے گا اور کوئی بھلائی بھی اس کے حصے میں نہیں آئے گی۔

بھٹو If I am assassinated میں رقم طراز ہیں "اگر مجھے قتل کیا گیا تو میرا لہو برصغیر کے نوجوانوں' مردوں اور عورتوں کے چہروں پر ایسی سرخی بن کر ابھرے گا جیسی کہ بہار کے موسم میں فرانسیسی گلاب کی پتیوں میں ہوتی ہے۔"

بھٹو یہ بات بہت اچھی طرح جانتے تھے کہ امریکہ' سعودی عرب' ایران' عراق' کویت اور لیبیا کے تیل اور معدنیات کے ذخائر پر قابض ہونا چاہتا ہے بلکہ اس حد تک کہ اگر وہ ان قدرتی وسائل پر قابو نہ پا سکا جو مسلمانوں کے پاس ہیں تو وہ ان ممالک اور وسائل کو تباہ کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔ اور وہی ہوا۔

اگر بھٹو کو غیر طبعی موت نہ مارا جاتا تو مجھے یقین ہے کہ آج پاکستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ خیر جو نہیں ہے اس کا کیا گلہ ہاں جو ہیں انہیں بقول ڈاکٹر علی شریعتی کار زینبی انجام دینا چاہیے یعنی شہید کے مشن کو آگے بڑھائیں۔

سچائی تلوار سے زیادہ تیز اور طاقتور ہوتی ہے۔ منصور انالحق۔ حضرت عیسیٰ۔ سقراط بھٹو سب کو سچ کی سزا دی گئی مگر یہ نظام قدرت ہے کہ حق کی خاطر قربانی دینے والے کبھی نہیں مرتے ان کے نظریات انہیں زندگی بخش دیتے ہیں۔ جس جرات اور بے باکی کا بھٹو نے مظاہرہ کیا اس کے لیے وہ سزا سے نہیں بچ سکتا تھا۔

بھٹو کو فخر تھا کہ وہ ایک عام آدمی تھا وہ خلق خدا کا نمائندہ تھا وہ جانتا تھا کہ دل کہاں ہے دھڑکن کہاں ہے۔ اس نے غریب اور پسے ہوئے طبقے کے لیے آواز بلند کی وہ دنیا کے تمام مظلوموں کی آواز تھا وہ ان کا مسیحا بھی تھا ان کے ذہنوں میں کھلنے والا ایک ایسا دریچہ تھا جس سے تازہ ہوا کے جھونکے آتے ہیں وہ انہیں زندگی دینا چاہتا تھا۔

جناب بھٹو کے دور حکومت میں سب سے بڑا اور تاریخی کارنامہ اسلامی سربراہ کانفرنس کا انعقاد ہے اس کانفرنس کے انعقاد سے عالم اسلام کو ایک نئی سوچ اور ایک نئی سمت عطا کرنے کا سہرا جناب ذوالفقار علی بھٹو کے سر ہے اور ان کا یہی عمل یہودی سامراج کی آنکھ میں کانٹا بن گیا وہ قوتیں جو مسلمانان عالم کا مستقل استحصال کر رہی ہیں ان کو اپنا سارا کھیل بگڑتا نظر آیا اور انہوں نے محسوس کیا کہ ذوالفقار علی بھٹو کی شکل

www.bhutto.org

میں مسلمانوں کو جدید علوم سے بہرہ ور قیادت مل گئی ہے۔ چنانچہ ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف ایک کے بعد ایک نیا محاذ کھلتا گیا۔

تاریخ میں یہ جبر کئی بار ہوا ہے
انسان ہر اک عہد میں بیدار ہوا ہے
ظلمت یہ سمجھتی ہے شب تار ہے دائم
ہر بار من الشمس یہ اظہار ہوا ہے
ظلمت کے پرستار فقط شب کے ہیں مہماں
دائم ہیں وہی جس کا اجالوں پہ ہے ایماں
از نوحہ سلیم شاہد

محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنے والد کے محسوسات کو یوں Quote کیا ہے "میرے والد نے مجھے کہا انسانی حوصلہ ہی انسانوں کی سب سے بڑی متاع ہوتا ہے۔ انہوں نے کبھی مال و متاع جمع کرنے کی کوشش نہیں کی وہ ہمیشہ یہ کہتے رہے کہ دولت عارضی چیز ہے ہم اسے اپنے ساتھ قبر میں نہیں لے جا سکتے۔"

بھٹو نے اپنی کتاب If I am assessinated میں لکھا ہے "میں نے عوام کے اعتماد سے کبھی غداری نہیں کی نہ ہی اب کروں گا جبکہ میں موت کے سائے میں بیٹھا ہوں۔ مجھے عوام نے غیر مشروط اعتماد سے نوازا ہے۔ عوام کو ووٹ کے ذریعے اپنی رائے ظاہر کرنے کا موقع دے کر دیکھ لیں کہ کیا میں نے عوام کے ساتھ دھوکا کیا ہے یا انہیں خودداری کی ان دیکھی بلندیوں تک پہنچایا ہے۔"

بھٹو نے انتہائی ناموافق حالات میں دنیا کے انتہائی ناممکن کام کا بیڑہ اٹھایا یہی وجہ تھی کہ بھٹو کے خلاف روایت پسند جاگیردار۔ رجعت پسند اور فتوے فروش ملا یکجان ہو گئے تھے۔ اسی لیے بھٹو نے ایک موقع پر کہا تھا "میں امیر اور غریب دونوں کو ساتھ لے کر چلنا چاہتا تھا مگر ایسا نہ ہو سکا اور اب صرف غریب میرے ساتھ ہیں" وہ دو طبقاتی نظام کا باغی تھا۔

بھٹو کے اپنے الفاظ ہیں کہ میں نے طبقاتی منافرت نہیں پھیلائی ہاں البتہ مظلوم

www.bhutto.org

عوام کا علم یقیناً بلند رکھا ہے اور ان کے حقوق دلانے کے لیے جدوجہد کی ہے۔ میں اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ مقدس مقصد حاصل نہیں کر لیتا۔ اگر میری زندگی میں ایسا نہ ہو سکا تو مرتے وقت آخری الفاظ میں اپنے بچوں سے یہی وعدہ لوں گا کہ وہ اس مقصد کی تکمیل کریں۔

(ہائی کورٹ میں خطاب)

Not a Bhutto is killed but a big brain is killed

ایک عالم کی موت ایک عالم کی موت ہوتی ہے کے مصداق بھٹو کی موت ایک شخص کی نہیں ایک قوم ایک جذبے کو سولی پر لٹکانے کے مترادف تھا اور پھر اس قوم کی مردہ لاش پر گیارہ سال تک بوٹوں سمیت جو ننگا ناچ ہوتا رہا ہے۔ جو بے حسی کا جشن منایا گیا اس ظلمتوں کی سیاہ رات کے بعد سورج اگرچہ اب افق پر پھر سے طلوع ہو چکا ہے مگر پھر بھی ان اثرات کو ختم کرنے کے لیے ہمیں بہت طویل مدت درکار ہے۔ جس قوم کو گیارہ سال تک سوچ سمجھ سے مفلوج کر دیا گیا ہو اور پھر اس پر کوڑوں اور پھانسیوں کے ڈراؤنے ڈرامے دکھائے گئے ہوں اس قوم کو نارمل حالات میں لانے کے لیے بھی بجلی کے جھٹکوں (Ect) کی ضرورت ہے۔

بھٹو کو کھو کر اگرچہ ہم نے بہت کچھ کھو دیا مگر اس نے قربانی دے کر ایک ایسے جذبے ایک ایسے احساس کو زندہ کر دیا جس کے لیے دنیا کا ہر مظلوم اور غریب شخص تاابد اس کا شکر گزار رہے گا۔ یہ قدرت کا فیصلہ تھا کہ بھٹو کو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے اور اس کے عوض اسے عوام کے دلوں میں نسل در نسل زندہ کر دیا گیا۔ وہ دل جس میں دھڑکن کی طرح بھٹو ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ؎

جسم تیرا اک شکنجہ تھا ذہانت کے لیے
جب اکیلا تھا اب ہر ذہن میں بستا تو ہے

❋

www.bhutto.org

بھٹو پر لکھی جانے والی چند مشہور کتابیں

1- "دیدہ ور" کوثر نیازی۔
2- "اگر مجھے قتل کر دیا گیا" انگریزی میں خود بھٹو نے لکھی۔
If I am assissnated
3- "میرا دوست زلفی" بھارتی سیاستدان پیلوموودی۔
4- "ذوالفقار علی بھٹو : ولادت سے شہادت تک" سجاد بخاری
5- "میرا لہو" فرخ سہیل گوندی۔
6- "بھٹو بچپن سے تختہ دار تک"
7- "قائد عوام"
8- "بھٹو ایک تحریک"
9- "بھٹو" بے نظیر صاحبہ
10- "بھٹو کی سیاسی پیشگوئیاں" حامد میر۔
(جو سچ ثابت ہو رہی ہیں)
11- "بھٹو سے بھٹو تک" نفیس صدیقی۔
12- "فوج کا سیاسی کردار" بھٹو کی تقریریں اور تحریریں۔
13- "اور لائن کٹ گئی" کوثر نیازی
14- "پھر مارشل لاء آ گیا" پروفیسر غفور احمد
15- "مذاکرات سے مارشل لاء تک" سردار عبدالقیوم کے
16- "اور الیکشن نہ ہو سکے" پروفیسر غفور احمد

www.bhutto.org

17- "بھٹو ضیاء اور میں" جنرل فیض علی چشتی

18- "بھٹو کے آخری 323 دن" کرنل رفیع الدین

19- "کیا بھٹو کو پھانسی سے پہلے قتل کیا گیا؟" صادق جعفری

20- "بھٹو اور کشمیر" احمد سلیم

21- "بھٹو اور قادیانی مسئلہ" سید سلطان شاہ

22. (English version) of "Alas Day of Premier Bhutto Aur Line Kat Gaye by Maulana Kousar Niazi

23. Maj. Gen. Rtd Rahat Latif "Plus Bhutto's Episode"

24. Saidq Jafri (English version) "Was Bhutto Killed before Hanging.

❄ ❄ ❄

www.bhutto.org